ماہنامہ

پاک جمہوریت

لاہور

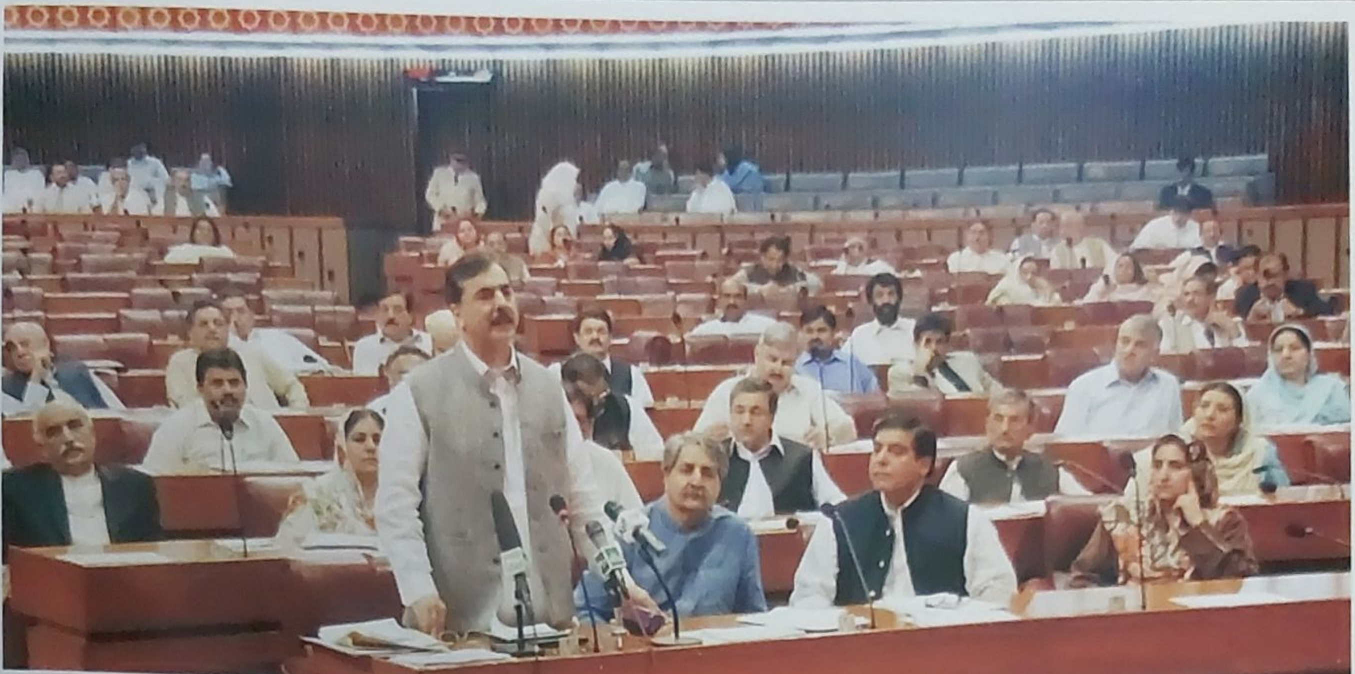

وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی قومی اسمبلی میں خطاب کر رہے ہیں۔(26-06-2009)

وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی جامعہ نعیمیہ کے دورہ کے موقع پر صحافیوں سے خطاب کر رہے ہیں (28-06-2009)

حکومت پنجاب' سندھ' سرحد اور بلوچستان کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

ماہنامہ پاک جمہوریت لاہور

رجسٹرڈ نمبر LRL 82

جلد 50 شمارہ نمبر 7

جولائی 2009ء

نگرانِ اعلیٰ: غلام حضور باجوہ

نگران: نزہت یاسمین

چیف ایڈیٹر: سیدؒ محمد موئید بخاری

مجلسِ ادارت: صفدر بلوچ، ناصر محمود بٹ، منیر احمد

تزئین: محمد یونس، ارتضیٰ حسین، منیر حسین شاہ

قیمت عام شمارہ 10 روپے

زرِ سالانہ 100 روپے

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز

218/14 شاہد کالونی وحدت روڈ لاہور

فون: مدیرِ اعلیٰ 7560837

مدیر 7520838

انتظامیہ 7521699

فہرست

حمد باری تعالیٰ	علی اعظم بخاری
نعت	اکرم سحر فارانی
حقوق وراثت شرعی احکامات	ڈاکٹر احمد علی سراج
محترمہ فاطمہ جناح......ایک عظیم سیاست دان	رقیہ بانو
وفاقی بجٹ برائے مالی سال 10-2009ء	ادارہ
حکومت پنجاب کا بجٹ 10-2009ء	ادارہ
حکومت سندھ کا بجٹ 10-2009ء	ادارہ
حکومت سرحد کا بجٹ 10-2009ء	ادارہ
حکومت بلوچستان کا بجٹ 10-2009ء	ادارہ
پاک فوج کے لئے صدر پاکستان کا خصوصی پیکیج	ایم فاروق
پاکستان میں ہوا سے بجلی پیدا کرنے کا پہلا منصوبہ	محمد عثمان خاں
سندھ کے بڑے شہر......ترقیاتی منصوبوں کی منظوری	عثمان خاں
چولستان......صحرا کے نیچے میٹھے پانی کی جھیل	ڈاکٹر ایم اسلم خاں
لاہور کا محسن......سر گنگا رام	ریاض صحافی
وادی بلتستان	مریم باجوہ
جین مندر ثقافتی وتاریخی ورثہ کی تباہی	منیر احمد راجپوت
اردو ہم سے سوال کرتی ہے	رشید احمد رشید تراپ
حقوق ملنے کے باوجود پاکستانی عورت مظلوم ہے	عتیقہ مرزا محمد بیگ
بے جا لاڈ پیار	ڈاکٹر نادیہ سلیم
جامن، فالسہ، آڑو......موسم گرما کے پھل	حکیم محمد عمر فاروق گوندل
دلچسپ معلومات	مبین امیر

ادارہ مطبوعات پاکستان نے خورشید پرنٹرز اسلام آباد سے چھپوا کر 218/14 شاہد کالونی وحدت روڈ لاہور سے شائع کیا

علی اعظم بخاری

حمد باری تعالیٰ

خشک اشجار پہ گلدستے سجا دیتا ہے
دشتِ پُرخار کو گلزار بنا دیتا ہے
سامنے لاتا ہے خوشیوں کے سہانے منظر
دل میں جنت کے مناظر وہ بسا دیتا ہے
کس لئے دوں میں کسی اور کے در پر دستک
وہ تو دریاؤں میں دروازے بنا دیتا ہے
وہ اٹھا دیتا ہے دریاؤں میں طوفاں کیا کیا!
پھر سفینوں کو کنارے بھی لگا دیتا ہے
وہ کبھی آگ میں جلنے نہیں دیتا ہم کو
اٹھتے شعلوں کو وہ گلزار بنا دیتا ہے
محترم ہم کو بناتا ہے وہی لوگوں میں
کر کے رسوا جو سرِ بزم اٹھا دیتا ہے
کبھی کانٹوں کی طرح شہر میں بدنام کرے
کبھی خوشبو کی طرح دھوم مچا دیتا ہے
قطرۂ آب کو ترسائے لبِ دریا کبھی
تشنگی دشت کی جو پل میں بجھا دیتا ہے
کور چشموں کو بصارت کے اجالے دے کر
راستہ رات کے پردوں میں سجھا دیتا ہے
بھیجتا رہتا ہے لشکر وہ غموں کے اعظم
حوصلے جینے کے بھی دل میں بڑھا دیتا ہے

اکرم سحر فارانی

نعت

اے مہمانِ عرش بریں کملی والے
تری شان عالی ہے منصب نرالے
ڈراتے ہیں فرقت کے لمحات مجھ کو
مدینے کے والی مدینے بُلا لے
غلام آپ کا اُمتی آپ کا ہوں
سرِ حشر میرے یہ ہوں گے حوالے
نبیؐ کے چہیتوں کو طوفاں کا ڈر کیا
صدف کے یہ موتی ہیں لہروں کے پالے
رہے اس کی نظروں میں طیبہ کا منظر
جو دل میں نبیؐ کی محبت بسا لے
ستاروں پہ چل کر سرِ عرش پہنچے
جبینیں جھکائیں نہ کیوں عرش والے
زمانے میں چمکا فراست کا سورج
جہالت کی شب کو پڑے جاں کے لالے
اندھیری تھی جھوٹے خداؤں کی دنیا
محمدؐ نے وحدت کے بانٹے اُجالے
کبھی جن میں نورِ خدا جلوہ گر تھا
وہ دل اب ہیں فرقہ پرستی سے کالے
سحؔر کے لبوں پر ہیں شکوے ستم کے
کرم کملیؐ والے کرم کملیؐ والے

حقوق وراثت شرعی احکامات

ڈاکٹر احمد علی سراج

حضرت علیؓ نے فرمایا "رسول اکرمؐ نے وصیت پوری کرنے سے پہلے قرض ادا کرنے کا حکم دیا ہے"۔ اس طرح اس کے ورثاء کو اس کی میراث قرض ادا کرنے کے بعد تقسیم کی جائے گی۔ اسلام نے اس طرح میراث کی تقسیم سے پہلے وصیت اور وصیت سے قبل قرض کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص مرجائے تو اس کی میراث تقسیم کرنے سے قبل اس کا قرضہ ادا کرنا ضروری ہوگا جو کہ ورثاء اس کے مال میں میراث کی تقسیم سے قبل ہی ادا کردیں اور پھر باقی ماندہ میراث کو ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

شرعی طور پر بیوگان یعنی دونوں بیویوں کو آٹھواں حصہ برابر تقسیم ہوگا اور باقی سات حصے بیٹوں اور بیٹیوں میں یوں تقسیم ہوں گے کہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوگنا ہوگا۔ ادائے قرض اور نفاذ وصیت کے بعد مرحوم کی میراث تقسیم ہوگی۔ مرحوم کی اولاد کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کو حصہ نہیں ملے گا۔ اس طرح والد یا لڑکوں کی موجودگی میں بہن بھائی وارث نہیں ہوتے۔

اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کے ترکہ سے بیوی کو ایک چوتھائی حصہ ملے گا۔

شرعی نقطہ نظر سے سب سے پہلے مرحوم کا قرض ادا کیا جائے گا پھر اس نے اگر بیوی کو مہر ادا نہ کیا تو وہ بھی قرضہ میں شامل ہے۔ اس کو وراثت کی تقسیم سے پہلے ادا کرنا لازم ہے پھر اگر مرحوم کی وصیت ہو تو اس کو تہائی مال میں پورا کیا جائے بعد ادائے قرض وصیت اس کے ورثاء میں وراثت تقسیم ہوگی۔ چونکہ مرحوم کے پسماندگان میں اولاد اور والدین شامل نہیں تھے اس لئے شرعی نقطہ نظر سے مرحوم کے بہن بھائی کو بھی حصہ ملے گا ورنہ اگر میت کے ورثے میں بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی یا باپ دادا میں کوئی موجود ہوتا تو بہن بھائی محروم ہوجاتے ہیں۔ اس طرح اگر مرحوم نے تین بھائی اور ایک بہن چھوڑی ہے تو ایسی صورت میں بہن بھائی کے ساتھ عصبہ ہوجائے گی یعنی اس کے بعد جو کچھ بچے گا یہ تین بھائی اور ایک بہن میں بطور عصبہ تقسیم ہوگا بھائی کو دوگنا اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔ مرحوم کی بیوہ کا چوتھا حصہ ہے اگر مرحوم کی اولاد ہو تو ایسی صورت میں بیوی کا آٹھواں حصہ ہوگا کیونکہ مرحوم نے کوئی لڑکا، لڑکی یا پوتا پوتی نہیں چھوڑے ہیں اس لئے بیوی کو اس کے کل ترکے کا چوتھائی ملے گا۔

جائیداد اور مال میں ایک تہائی سے زائد کی وصیت

وصیت میں یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو وہ وصیت نافذ العمل نہیں ہوگی۔ جائیداد و مال میں تہائی سے زیادہ وصیت نہ کی جائے اور اگر تہائی سے زیادہ وصیت کرے گا تو پھر بھی تہائی پوری کی جائے گی۔ وصیت پوری کرنے سے پہلے تجہیز و تکفین کا خرچ اور قرض و مہر ادا کرنے کے بعد ہی وصیت پوری کی جائے اور وصیت تہائی کے حکم سے پوری کی جائے گی۔ حضرت رسول اکرمؐ ایک مرتبہ حضرت سعد بن وقاصؓ کی بیمار پرسی پر تشریف لے گئے تو سعد بن وقاصؓ نے کہا "یارسول اللہؐ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے ترکہ کا دو حصہ راہ خدا میں صدقہ کردوں"، تو آپ

نے منع فرمایا۔ پھر سعد بن وقاصؓ نے ایک تہائی صدقہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا ''اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ ان کو تنگ دست چھوڑ و کہ وہ لوگوں سے سوال کریں''۔ (بخاری شریف)۔ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار (وارث) کا حق دے ہی دیا ہے اس لئے کسی وارث کے لیے وصیت نہ کی جائے تاہم شریعت نے وصیت میں 1/3 حصہ کی شرعی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔ ایک اہم نقطہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک تہائی مال سے زیادہ وصیت کی تو وارثوں کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوگی تاہم ایک تہائی مال کے بارے میں ہونے والی وصیت کو پورا کرنا وارثوں کے لئے واجب ہو جاتا ہے۔

بیٹے یا بیٹی کو کسی طور حق وارثت سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

اگر میت کے والدین اور بیوی بچے زندہ ہوں تو ایسی صورت میں میت کے ترکہ کو ورثاء میں یوں تقسیم کیا جائے گا۔ اگر میت کے وارث یعنی ذوالفروض میں صرف اس کے ماں باپ ہوں تو ان کو تہائی حصہ ملتا ہے لیکن اگر میت کے بیٹا بیٹی وغیرہ ہوں تو پھر والدین کا حصہ تہائی سے گھٹ کر چھٹا رہ جاتا ہے۔ صرف دو وارث بیٹا بیٹی ایسی ہیں جو نہ کسی وارث کی وارثت سے محروم ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا حصہ کسی وارث کی وجہ سے کم ہو سکتا ہے۔ بالغ اور نابالغ ہونے کی وجہ سے ان کا حصہ کم نہیں ہوگا بلکہ برابر ملے گا شرعی طور پر اگر والدین نے اپنے بیٹے کو عاق بھی کر دیا ہو تو پھر بھی وارث کے مرنے کے بعد شرعی حصہ ملے گا۔ صرف عارضی طور مال کے تصرف سے روکا جاسکتا ہے مگر بالکل محروم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حدیث شریف میں رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کی میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کی میراث سے محروم کر دے گا''۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

☆☆☆☆☆

مادرِ ملت نے فرمایا

آج قائداعظم کی کی یاد ہمیں اپنے حصار میں لئے ہوئے ہے اور اگر چہ ہم انہیں دیکھنے سے قاصر ہیں اس کے باوجود یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ یہیں کہیں ہمارے آس پاس موجود ہوں۔ ہم تصور کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں کہ انہوں نے انتباہ کے انداز میں اپنی شہادت کی انگلی بلند کر رکھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سرگوشی کے انداز میں ان کی آواز بھی ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے:

''اتحاد، ایمان، تنظیم''

11 ستمبر 1955ء قائداعظم کی برسی کے موقع پر ریڈیو پاکستان سے نشری تقریر

محترمہ فاطمہ جناح .... ایک عظیم سیاست دان

رقیہ بانو

مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کا سیاست میں کردار براہ راست اور بالواسطہ دونوں طرح سے رہا کیونکہ آپ اس سیاسی ماحول کا ایک اہم جزو تصور کی جاتی تھیں جو آپ کے بھائی محترم قائداعظم محمد علی جناح کی رہائش گاہ پر پایا جاتا تھا۔ 1929ء میں قائداعظم کی بیوی رتن بائی کا انتقال ہوا تو آپ اپنے بھائی کے گھر منتقل ہو گئیں اور اسی دن سے بہن بھائی کی طویل رفاقت کا آغاز ہوا جو قائداعظم کے انتقال تک جاری رہی۔ ویسے تو یہ رفاقت تیس سال کے عرصہ پر محیط ہے لیکن زندگی کے آخری بیس سال جب برصغیر میں آزادی کی تحریک صبر آزما اور کٹھن جنگ لڑی جا رہی تھی تو قائداعظم کی ہم سفر اور معاون کی حیثیت سے آپ نے عظیم خدمات سرانجام دیں۔ بہت سے ذرائع سے اس بات کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ قائداعظم سیاسی امور میں اور مسلم لیگ کے انتظامی امور میں بہن کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے۔ کھانے کے اوقات میں اکثر یہ باتیں ہوتی تھیں۔

محترمہ کو بھی سیاست سے گہری دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اس دور کے بڑے لیڈروں سے ملاقاتیں، گھر کا سیاسی ماحول قائداعظم کا تدبر اور برصغیر میں آزادی کی جنگ پر سب بہت اہم باتیں تھیں۔ شاید اسی لئے ایک بار قائداعظم نے اپنی بہن کے لئے ان خیالات کا اظہار کیا تھا۔

''وہ میرے لئے اس وقت امید 'ہمت اور معاونت کا ایک مستقل ذریعہ ثابت ہوئیں جب ہم ایک بڑے انقلاب سے ہمکنار ہو رہے تھے۔''

محترمہ فاطمہ جناح 31 جولائی 1893ء کو پیدا ہوئیں اور قائداعظم کے ساتھ رہنے کی وجہ سے کم عمری ہی میں سیاست کے پیچ وخم، لگن اور برصغیر میں آزادی کی جنگ میں ہر محاذ پر شریک رہیں۔ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک تھیں، بات فوراً سمجھ جاتی تھیں۔ ذہانت کا یہ عالم تھا کہ سیاسی امور پر قائداعظم کو مشورے بھی دیتیں جو بارہا قبول ہوتے۔ خواتین کے حقوق اور ذمہ داریوں سے وہ خوب آگاہ تھیں اور کبھی کسی موقع پر اپنے مشن سے نہ ہٹیں۔

برصغیر کے لوگ مادر ملت کو مسلم لیگ کی اہم رہنما کی حیثیت سے جانتے تھے۔ ان کی شخصیت کی وجہ سے مسلمان لڑکیاں اور نوجوان خواتین تحریک پاکستان میں حصہ لینے پر آمادہ ہوئیں۔ مسلم لیگ کے خواتین ونگ کو متحرک کرنا اور تحریک پاکستان میں ان کے کردار کو فعال بنانا ان کی سیاسی کامیابیوں پر دلالت کرتا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد گورنر جنرل ہاؤس میں ان کی مصروفیات میں اضافہ ہوا اور اس کے ساتھ انہوں نے خواتین اور نوجوان لڑکیوں کی تنظیموں کی سرپرستی کا کام بھی شروع کیا تاکہ تعمیر پاکستان میں لڑکیوں کو بھی شامل کیا جائے۔ گرل گائیڈ مسلم لیگ اور دوسرے فلاحی کاموں میں انہوں نے ایک بھرپور کردار ادا کیا۔

11 ستمبر 1948ء کے بعد ان کی زندگی میں ایک اہم موڑ آیا۔ اس کے بعد انہوں نے عوامی تقریبات میں شرکت کم کر دی۔ ان کی زیادہ تر توجہ عورتوں کی فلاح و بہبود کی طرف مرتکز ہوئی۔ حقوق نسواں کی ایک میٹنگ میں

خطاب کرتے ہوئے اپریل 1949ء میں انہوں نے فرمایا:

''خواتین جو قومی آبادی کا نصف ہیں اگر دل و جان سے تعمیر اور ترقی کے کاموں میں حصہ لیں تو ملک کی تقدیر بدل سکتی ہے اور اگر وہ واقعی پاکستان کو دنیا میں صف اول کا ملک بنانا چاہتی ہیں تو انہیں اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔''

وہ اپنے پیغامات کی ذریعے قوم کو اس کے فرائض سے آگاہ کرتی رہتی تھیں۔ 1951ء میں یوم اقبال کی ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

''آپ کو اپنے آپ کو مفاد پرستوں کے دھوکوں سے بچانا ہوگا اور قوم کے سچے خادموں کو پہچان کر ان کی مدد بے خوف و خطر کرنا ہوگی۔ اگر آپ نے اپنے فرض کی ادائیگی میں ذرا بھی غلطی کی تو اس کے سنگین نتائج بھگتنے ہوں گے۔''

1964ء میں جب ملک کی سیاسی جماعتوں کے اصرار پر انہوں نے جنرل ایوب خان کے خلاف الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا تو ان کے سیاسی کردار کی قدآوری میں مزید اضافہ ہوا۔ اس وقت ملک میں جمہوریت ختم ہو چکی تھی' مایوسی چھائی ہوئی تھی اور تحریک پاکستان کے بنیادی اصول پس پشت ڈال دیئے گئے تھے۔ اس دور میں محترمہ نے قوم کی راہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔ اپنی پوری قوت' ہمت اور جذبے سے الیکشن کے لئے ملک بھر کا دورہ کیا۔ چٹاگانگ میں ایک انتخابی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ:

''اس ملک کے لوگ سرزمین پاکستان کے واحد مالک ہیں اور اقتدار اعلیٰ بھی انہی کے ہاتھوں میں ہونا چاہئے اور اگر وہ اس طاقت کو آزادی کے ساتھ استعمال کرنا چاہتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان سے یہ قوت نہیں چھین سکتی۔''

مس جناح کے حامیوں نے انتخابی مہم کو زمینی سطح پر چلایا۔ اس موقع پر جنرل ایوب خان کی دلیرانہ مخالفت پر تمام جماعتوں نے محترمہ فاطمہ جناح کو مادر ملت کا لقب دیا۔ جس سے ان کی عظمت میں مزید اضافہ ہوا۔ اگرچہ انتخابات کے نتائج دھن' دھونس اور دھاندلی کی وجہ سے محترمہ کی شکست کی صورت میں نکلے لیکن آپ الیکشن میں ناکامی کے وجہ سے دل برداشتہ نہ ہوئیں۔ آپ نے عوام کے نام ایک پیغام میں کہا:

''آپ کی کاوشیں رائیگاں نہیں جائیں گی آپ نے اپنے ملک کے لئے عزم اور ہمت سے مقصد پر یقین رکھتے ہوئے کام کیا ہے۔ آپ کی فتح آپ سے چھین لی گئی ہے مگر ہم لوگ جمہوریت کے علمبردار ہمیشہ رہیں گے اور جمہوریت کا چراغ جو ہم نے جلایا ہے ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔ جو اندھیروں میں ہمیں جمہوریت اور آزادی کا راستہ دکھائے گا۔ یہ روشنی پاکستان کے کونے کونے تک لے جائیں اور موجودہ نگرانی کو آنے والے دنوں میں بھی جاری رکھیں۔''

یقیناً آپ کی انتخابات میں شرکت سے قوم میں جرأت مندی اور آمریت کے خلاف لڑنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ ان کی مثالی شخصیت اور اپنے بھائی کی طرح نہ دبنے' نہ جھکنے اور نہ بکنے والی ہستی ہمیشہ راہ حق پر چلنے والوں کے لئے مشعل راہ رہے گی۔

☆☆☆☆

وفاقی بجٹ برائے مالی سال 10-2009ء

ادارہ

وفاقی حکومت نے نئے مالی سال 10-2009ء کیلئے 28 کھرب 97 ارب 40 کروڑ روپے مالیت کا وفاقی بجٹ پیش کر دیا ہے جس میں کل محصولات کا تخمینہ 21 کھرب 74 ارب 90 کروڑ روپے ہے اس طرح مجموعی قومی پیداوار کے 4.9 فیصد کے مساوی 7 کھرب 22 ارب 50 کروڑ روپے کے مجموعی مالی خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وفاقی بجٹ میں معیشت کے حقیقی شعبوں زراعت اور صنعت کی ترقی، غریب افراد اور ملازم پیشہ طبقے کو سہولت فراہم کرنے، غربت میں کمی، شرح نمو میں اضافے اور برآمدات بڑھانے کیلئے کئی اقدامات تجویز کئے گئے ہیں، آئی ڈی پیز کیلئے 50 ارب روپے مختص، بجٹ میں دہشت گردی سے نبرد آزما فوجی جوانوں کے الاؤنسز میں بنیادی تنخواہ کے مساوی اضافہ کیا گیا ہے جبکہ سرکاری ملازمین کو تنخواہ کا 20 فیصد ایڈہاک ریلیف کی مد میں دیا جائے گا۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کی مالیت دگنا کر کے 70 ارب روپے کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ 30 ہزار نوجوانوں کو انٹرنشپ کی پیشکش کی جائے گی، افراط زر کی شرح 9.5 فیصد تک لانے، محصولات کی وصولی میں 15.7 فیصد کا اضافہ کرنے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے جبکہ غریب افراد کیلئے ہیلتھ انشورنس پروگرام شروع کیا جائے گا جس کی زیادہ سے زیادہ حد فی خاندان سالانہ 25 ہزار روپے ہے۔ قرضوں تک رسائی رکھنے والوں کی تعداد 2 ملین سے بڑھا کر 3 ملین کرنے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے جبکہ پانی کے شعبے کیلئے 60 ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ خزانہ اور اقتصادی امور کی وزیر مملکت حنا ربانی کھر پاکستان کی تاریخ میں وفاقی بجٹ پیش کرنے والی پہلی خاتون ہیں۔ بجٹ میں ملک کے مغربی حصوں میں تعینات مسلح افواج کے ارکان کے الاؤنس میں یکم جولائی 2009 سے ایک بنیادی تنخواہ کے برابر اضافہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ اس اضافے کا اطلاق یکم جنوری 2010 سے تمام مسلح افواج پر ہوگا۔ حکومتی کوششوں کے نتیجہ میں 09-2008 کے مالیاتی خسارے میں 3.3 فیصد کمی ہو جائے گی۔ کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ جو مالی سال 08-2007 کے دوران 8.5 فیصد تھا مالی سال 09-2008 کے دوران کم ہو کر جی ڈی پی کا 5.3 فیصد رہ گیا۔ حکومت کی کوششوں کے نتیجہ میں افراط زر کی شرح جو 25 فیصد کی بلند سطح پر پہنچ گئی تھی مئی 2009 کو کم ہو کر 14.4 فیصد رہ گئی جو انشاء اللہ آئندہ مالی سال کے دوران مزید کم ہو کر سنگل ڈیجٹ تک آجائے گی۔ حکومت نے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کے ذریعہ انتہائی غریب طبقہ کو ماہانہ ایک ہزار روپے دیئے۔ اِس مالی سال کے دوران اس پروگرام کے لیے 34 ارب روپے مختص کیے گئے اور آئندہ مالی سال کے دوران اس پروگرام کے لیے 70 ارب روپے مختص کرنے کی تجویز ہے تاکہ اِس کا دائرہ کار 50 لاکھ خاندانوں تک بڑھایا جاسکے۔

بجٹ 10-2009 میں صوبوں سمیت کل اخراجات کا تخمینہ 2897.4 ارب روپے ہے۔ کُل محصولات کا تخمینہ 2174.9 ارب روپے ہے۔ 722.5 ارب روپے کا

مجموعی مالی خسارہ مجموعی قومی پیداوار کا 4.9 فیصد ہوگا۔ یہ خسارہ 264.9 ارب روپے کے بیرونی قرضوں اور 457.6 ارب روپے کے ملکی قرضوں سے پورا کیا جائے گا۔ توقع ہے کہ پاکستان کو ٹوکیو میں ہونے والی ڈونرز کانفرنس میں کئے گئے وعدوں سے اپنی مجموعی قومی پیداوار کے 1.2 فیصد کے مساوی بیرونی وسائل ملیں گے جو 178 ارب روپے ہیں۔ نقل مکانی کرنے والے افراد پر اخراجات کا تخمینہ مجموعی قومی پیداوار کا 0.3 فیصد یا 48 ارب روپے ہے۔ اِس طرح حقیقی خسارہ مجموعی قومی پیداوار کا 3.4 فیصد ہوگا۔ وفاقی حکومت کے بنیادی بجٹ کے محصولات کا تخمینہ 1377.5 ارب روپے ہے جبکہ جاری اخراجات کا تخمینہ 1699.19 ارب روپے ہے۔ صوبوں سمیت ترقیاتی اخراجات کا تخمینہ 421.9 ارب روپے کے نظرثانی شدہ تخمینہ کے مقابلے میں 783.1 ارب روپے ہے جو کہ 85 فیصد زیادہ ہے۔ اِس اضافے کی مثال نہیں ملتی۔ بجٹ 2009-10 میں قومی اقتصادی کونسل کے منظور کردہ سرکاری شعبہ کے ترقیاتی پروگرام پی ایس ڈی پی کا تخمینہ 626 ارب روپے ہے جبکہ 2008-09 کے لیے نظرثانی شدہ تخمینہ 359 ارب روپے تھا۔ اُمید ہے کہ ترقیاتی کاموں کے لیے مختص فنڈز کا مکمل استعمال نمو کے حصول میں مدد دے گا۔

مالی سال 2008-09 کے دوران 18 لاکھ خاندانوں میں 22 ارب روپے تقسیم کئے گئے۔ مالی سال 2009-10 کے دوران بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کے لیے مختص فنڈ بڑھا کر 70 ارب روپے کرنے کی تجویز ہے۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ سال کے مقابلے میں یہ 200 فیصد اضافہ ہے۔ نئے مالی سال میں اس اضافے سے 50 لاکھ خاندانوں کو فائدہ پہنچے گا۔

پیپلز ورکس پروگرام جس کے دائرہ کار میں بجلی، گیس اور پانی کی فراہمی اور کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر جیسے بنیادی شعبے آتے ہیں، مالی سال 2009-10 کے دوران اِس پروگرام کے لیے 28 ارب روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔ مالی سال 2009-10 کے دوران ہاؤسنگ صحت، تعلیم اور ٹیکنیکل ایجوکیشن جیسے شعبوں میں مختلف ترقیاتی منصوبوں کے لیے 10.8 بلین روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔ غریب افراد کو بچیوں کی شادی کے لیے امداد کے حوالہ سے کوٹہ ختم کردیا گیا ہے، تاکہ انہیں تمام بچیوں کی شادی کے لیے امداد دی جاسکے۔ شادی کے لیے امداد کی رقم 50 ہزار روپے سے بڑھا کر 70 ہزار روپے کر دی گئی ہے۔ صنعتی کارکنوں کے لیے 9,469 ہاؤسنگ یونٹس اور فلیٹس تعمیر کرنے کی بھی تجویز ہے۔ حکومت نے 2010 تک چھوٹے قرضوں تک رسائی رکھنے والوں کی تعداد 20 لاکھ سے بڑھا کر 30 لاکھ کرنے کا ہدف مقرر کیا ہے۔ کم آمدنی والے طبقہ کے لیے شراکتی بنیاد پر مرحلہ وار پروگرام کے تحت کم قیمت والے گھروں کی فراہمی اور کچی آبادیوں کو باقاعدہ رہائش کی شکل دی ہے۔ وزارتِ اطلاعات و نشریات نے صحافیوں کی سہولت کے لیے اسلام آباد میں مناسب تعداد میں رہائشی پلاٹ مختص کرنے کا انتظام کیا ہے۔ موجودہ بجٹ میں نئے گھر کی تعمیر یا خریداری کے لیے قرضوں پر ادا کیے گئے منافع پر ٹیکس کریڈٹ کی حد 5 لاکھ روپے سے بڑھا کر ساڑھے سات (7.5) لاکھ روپے کرنے کی تجویز ہے۔ پی ایس ڈی پی میں زرعی شعبہ کے لیے مختص کی جانے والی رقم مالی سال 2009-10 میں 25 فیصد اضافے کے ساتھ 18 ارب کردی جائے گی جو کہ مالی سال 2008-09 میں 14.4 ارب تھی۔ غذائی تحفظ اور کاشتکاروں کی پیداوار میں اضافے کو یقینی بنانے کے لیے مالی سال 2009-10 کے دوران 2.5 ارب روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔ پانی کے شعبہ کے لیے 60 ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جو مجموعی وفاقی پروگرام کا 14 فیصد ہے۔ ہر صوبہ میں 8 چھوٹے اور درمیانے ڈیمز کے لیے فنڈز فراہم کیے جارہے ہیں۔ آبی وسائل کو ترقی دینے کے لیے ایک بڑے پروگرام کا آغاز کیا ہے جس

کے لیے مالی سال 10-2009 کے دوران پی ایس ڈی پی کے تحت 47ارب روپے مختص کیے جا رہے ہیں، منگلا ڈیم ریزنگ، گومل زام ڈیم اور ست پارہ ڈیم جیسے آبپاشی کے اہم منصوبے مکمل کیے جا رہے ہیں اور بھاشا، اکھوڑی، مجدا اور نئی گج ڈیموں کی تعمیر کا آغاز کر دیا گیا ہے، بلوچستان میں کچھی کینال اور سندھ میں رینی کینال کے منصوبے 2010 کے وسط تک مکمل ہو جائیں گے۔ پانی کے ضیاع کو روکنے کے لیے پنجاب، سندھ اور سرحد کے زمین میں زیادہ نمکیات والے علاقوں میں نہروں کے کناروں کو پختہ کیا جارہا ہے۔ چاروں صوبوں میں چھوٹے ڈیمز کی تعمیر کے قومی پروگرام پر عملدرآمد جاری ہے۔ بارش کے پانی کو محفوظ کرنے اور زمینی پانی کو دوبارہ استعمال کرنے کا جامع منصوبہ تیار کیا جارہا ہے۔ زرعی انفراسٹرکچر کی ترقی جس میں ویئر ہاؤسنگ کی سہولیات بھی شامل ہیں، سے ایگریکلچر مارکیٹنگ اور سٹوریج انفراسٹرکچر میں بہتری آئے گی۔ ان پراجیکٹس پر مجموعی طور پر 37 ارب روپے لاگت آئے گی۔ ان منصوبوں کے لیے مالی سال 10-2009 میں 500 ملین روپے مختص کیے گئے ہیں۔ چھوٹے کاشتکاروں کے لیے آئندہ دو برسوں میں بینظیر ٹریکٹر سکیم کے تحت 4 ارب روپے کی رقم رکھی جارہی ہے۔ حکومت غذائی تحفظ کو یقینی بنانے اور چھوٹے کاشتکاروں کی زرعی پیداوار میں اضافے کے لیے ایک مرحلہ وار پروگرام پر عمل پیرا ہے۔ اس پروگرام کو غذائی تحفظ اور چھوٹے کاشتکاروں کی پیداوار میں اضافے کے خصوصی پروگرام کا نام دیا گیا ہے۔ اس پروگرام پر ابتداء میں 1,012 دیہات میں عملدرآمد کیا جائے گا اور 2015 تک اس کے دائرہ کار کو 13 ہزار دیہات تک توسیع دی جائے گی۔ اس پروگرام پر 8 ارب روپے لاگت آئے گی اور اس پر چاروں صوبوں، آزاد جموں و کشمیر، فاٹا اور فانا میں عملدرآمد کیا جائے گا۔ کہ حکومت صنعتوں پر عائد ٹیکس میں اضافہ نہیں کر رہی ماسوائے تمباکو نوشی کی صنعت کے بلکہ صنعتی شعبہ کو ٹیکس کے حوالہ سے مختلف مراعات دینے کی تجویز ہے جن میں گاڑیاں تیار کرنے کی صنعت اور وینڈر انڈسٹری کی معاونت کے لیے گاڑیوں پر ایکسائز ڈیوٹی میں 5 فیصد کمی، تعمیراتی شعبے کو فعال بنانے کے لیے سیمنٹ پر ایکسائز ڈیوٹی میں 200 روپے فی ٹن کمی کی جارہی ہے۔ اس کمی کا فائدہ صارفین کو ہوگا، ٹیکسٹائل کے شعبہ کی معاونت کے لیے وسکوز سٹیپل فائبر کی درآمد اور فراہمی پر عائد فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کا خاتمہ اور آگ سے محفوظ رکھنے والے کپڑوں کی تیاری کے لیے استعمال ہونے والے کیمیائی مرکبات کی ڈیوٹی کا خاتمہ شامل ہے، موبائل فون سروس فراہم کرنے والوں کو درج ذیل سہولیات دی جانے کی تجویز ہے، 250 روپے فی سیٹ ریگولیٹری ڈیوٹی کا خاتمہ، کسٹم ڈیوٹی 500 روپے فی سیٹ سے کم کر کے 250 روپے فی سیٹ، ایکسائز ڈیوٹی میں 21 فیصد سے 19 فیصد کی کمی، سم چالو کرنے کی فیس کو 500 روپے سے کم کر کے 250 روپے کر دیا گیا ہے۔ نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے لیے مختص رقم 36 ارب روپے سے بڑھا کر 40.2 ارب روپے کی جا رہی ہے۔ جبکہ پاکستان ریلوے کے لیے مختص رقم 6.6 ارب سے بڑھا کر 12.7 ارب روپے کرنے کی تجویز ہے۔ اس کا مقصد سڑکوں اور ریل کے نیٹ ورک کے معیار کو بہتر بنانا ہے۔ بجلی کے شعبے کیلئے مالی سال 10-2009 کے پی ایس ڈی پی میں مختص فنڈز میں 100 فیصد اضافہ کر کے 22.8 ارب روپے کر دیا گیا ہے جو کہ مالی سال 09-2008 میں 11.4 ارب روپے تھے۔ بجلی کے شعبے کی مالی حالت بہتر بنانے کے لیے حکومت نے خاص طور پر ہولڈنگ کمپنی قائم کی۔ انہوں نے کہا کہ 216 ارب روپے کے تمام بنک واجبات کی ذمہ داری سنبھالے گی اور اِن قرضوں پر مارک اَپ بجٹ وسائل سے فراہم کئے جائیں گے، حکومت نے پیپکو کیلئے بنکوں سے 92 ارب روپے کی ٹی ایف سی سہولتوں کا انتظام کیا ہے تاکہ وہ آئی پی پیز اور تیل و گیس کمپنیوں کے واجبات ادا کر سکے، حکومت پیپکو کے ذمہ 61 ارب روپے کے

واجبات کی ادائیگی میں مدد دے گی، حکومت نے فاٹا کے صارفین کے ذمہ پیپکو کے 80 ارب روپے کے تمام بقایا جات کی ذمہ داری اٹھانے اور فاٹا کا بجلی کا موجودہ بل ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت 2921 میگاواٹ کی مجموعی گنجائش کے ساتھ 15 آئی پی پی ہاؤسز کی تیاری کے مختلف مراحل میں ہیں۔ ان میں سے 1861 میگاواٹ کے 9 منصوبے 2009ء میں، 776 میگاواٹ کے 4 منصوبے 2010 میں مکمل ہوں گے جبکہ 284 میگاواٹ کے 2 منصوبے 2011 میں مکمل ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ 2009 میں لوڈ شیڈنگ ختم کرنے کا حکومتی ہدف حاصل کرنے کیلئے 5 رینٹل پاور پراجیکٹس کے ساتھ 800 میگاواٹ کیلئے معاہدے کئے گئے۔ نجی شعبے میں 4160 میگاواٹ کی مجموعی گنجائش کے ساتھ پن بجلی کے 16 منصوبوں پر کام شروع کیا گیا ہے۔ مجموعی استعداد میں اضافے کے لیے سرکاری شعبے میں چیچو کی ملیاں اور نندی پور میں پانچ پانچ سو میگا واٹ کے 2 نئے کمبائن سائیکل پاور پراجیکٹس کی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔

مالی سال 10-2009 میں ہائر ایجوکیشن کمیشن کے لیے ترقیاتی فنڈ 60 فیصد اضافے کے ساتھ 22.5 ارب روپے ہوگا جبکہ جاری بجٹ کی فراہمی 26 فیصد اضافے کے ساتھ 21.5 ارب روپے رہے گی، نیشنل ووکیشنل اینڈ ٹیکنیکل ایجوکیشن کمیشن مرحلہ وار ہر سال 10 لاکھ افراد کو تربیت فراہم کر رہا ہے، اِس کے لیے 10-2009 کے مالی سال میں 2.2 ارب روپے کا بجٹ تجویز کیا گیا ہے۔

مالی سال 10-2009 میں پی ایس ڈی پی کے تحت صحت کے شعبے کے لیے مختص فنڈز 66 فیصد اضافے کے ساتھ 23.15 ارب روپے کر دیئے گئے ہیں جو مالی سال 09-2008 میں 13.99 ارب روپے تھے، خاندانی منصوبہ بندی اور بنیادی صحت کے قومی پروگرام اور قطرے پلانے کے توسیعی پروگرام کو بدستور اوّلین ترجیح حاصل رہے گی اور اِن پروگراموں کے لیے بالترتیب 7 ارب روپے اور 6 ارب روپے مختص کئے گئے ہیں، بیماریوں سے بچاؤ کے لیے وزیراعظم کا ایمرجنسی ایکشن پروگرام شروع کیا گیا ہے جس پر آئندہ پانچ برسوں میں 11 ارب روپے لاگت آئے گی۔

بجٹ مالی سال 10-2009 میں ماحولیاتی تحفظ کے لئے مختص فنڈ بڑھا کر 2.96 ارب روپے کر دیا گیا ہے جو کہ مالی سال 09-2008 میں 1.14 ارب روپے تھا۔ یہ رقم جنگلات میں اضافے، ماحول دوست پبلک ٹرانسپورٹ اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی پر خرچ کی جائے گی۔ 09-2008 کے مالی بجٹ میں خواتین سے متعلق مخصوص اخراجات کے لیے مختص فنڈز بھاری اضافے کے ساتھ 44.7 ارب روپے کر دیئے گئے جو کہ مالی سال 08-2007 میں 7.7 ارب روپے تھے۔

مالی سال 10-2009 کے دوران جو اقدامات تجویز کئے گئے ہیں ان میں نیشنل یوتھ پالیسی کے تحت نوجوانوں کو فعال بنانے، اُن کی کردار سازی اور آگاہی کے لیے مختلف پروگرام شروع کئے جائیں گے جبکہ یوتھ ایکٹویٹی سینٹرز قائم کئے جائیں گے، نیشنل اِنٹرن شپ پروگرام کے تحت تقریباً 30 ہزار پوسٹ گریجویٹ نوجوانوں کو اِنٹرن شپ کی پیشکش کی جائے گی جس کے لیے حکومت نے مالی سال 10-2009 کے لیے 3.6 ارب روپے مختص کئے ہیں۔

دیہی علاقوں کے نوجوانوں کی تربیت کے لیے موبائل کمپیوٹر گاڑیوں کے ذریعے موبائل یوتھ کمپیوٹر لٹریسی اور آگاہی پروگرام شروع کیا ہے، کمیونٹی ڈویلپمنٹ کی سرگرمیوں اور قدرتی آفات کی تباہ کاریوں پر قابو پانے کے لیے زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے تقریباً 15 ہزار نوجوانوں کی رجسٹریشن کی گئی ہے، ثقافتی ترقی کے لیے مالی سال 10-2009 میں 450 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں جو کہ گزشتہ مالی سال میں مختص فنڈ سے 186 ملین روپے زیادہ ہیں، حکومت ملک میں کھیلوں کے فروغ پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ مالی سال 10-2009 کے پی ایس ڈی پی میں کھیلوں کے لیے 583 ملین روپے مختص

کیے گئے ہیں جبکہ مالی سال 09-2008 میں یہ رقم 140 ملین روپے تھی۔

سرکاری ملازمین کے لیے امدادی پیکیج پر نظرثانی کے لیے پے اینڈ پینشن کمیشن پہلے ہی تشکیل دیا جا چکا ہے۔ ہم دورانِ سال اس کمیشن کی سفارشات سے مستفید ہوں گے۔ انہوں نے سرکاری ملازمین کی بہتری کے لیے اقدامات کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ یکم جولائی 2009 سے حاضر سروس سرکاری ملازمین کو تنخواہ کا 15 فیصد ایڈہاک ریلیف الاؤنس دیا جائے گا، صدرِ پاکستان کے اعلان کے مطابق مغربی محاذ پر تعینات مسلح افواج کے الاؤنس میں ایک ماہ کی بنیادی تنخواہ کے مساوی اضافہ کیا جائے گا جس کا اطلاق یکم جولائی 2009ء سے ہوگا، صدارتی اعلان کے مطابق مسلح افواج کے دیگر اہلکاروں کے لیے ایک ماہ کی بنیادی تنخواہ کے مساوی الاؤنس کی فراہمی یکم جنوری 2010 سے ہوگی جبکہ عبوری مدت میں تنخواہ کا 15 فیصد ایڈہاک ریلیف الاؤنس دیا جائے گا۔ یہ ایڈہاک ریلیف الاؤنس 31 دسمبر 2009ء سے ختم کر دیا جائے گا، ریٹائرڈ سرکاری ملازمین اور مسلح افواج کے ریٹائرڈ اہلکار یکم جولائی 2009ء سے اپنی خالص پینشن میں 15 فیصد اضافہ حاصل کریں گے، اس کے علاوہ بھی اقدامات تجویز کیے گئے جن میں مرد ملازمین کے لیے ٹیکس سے مستثنٰی آمدنی کی حد ایک لاکھ 80 ہزار روپے سے بڑھا کر 2 لاکھ روپے کر دی جائے، خاتون ملازمین کے لیے ٹیکس سے مستثنٰی آمدنی کی حد 2 لاکھ 40 ہزار روپے سے بڑھا کر 2 لاکھ 60 ہزار روپے کر دی جائے اور بزرگ شہریوں کی آمدن ساڑھے 7 لاکھ روپے تک ہونے کی صورت میں ٹیکس دینے کی حد پر 50 فیصد رعایت میسر ہوگی۔ اس سے پہلے یہ رعایت 5 لاکھ روپے کی حد تک تھی۔

☆☆☆☆

مادرِ ملت نے فرمایا

گذشتہ برس ہم یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ ہم اس دن کو نہ صرف قائداعظم کے جنم دن کے طور پر منائیں گے بلکہ جمہوریہ پاکستان کی سالگرہ کے طور پر بھی منائیں گے۔ تب قوم کو یہ خوشخبری سنائی گئی تھی کہ تمام تیاری مکمل ہے اور آئین تیار ہو چکا ہے۔ ہر شخص اس لمحے کا منتظر تھا جب ہم غیر قوم کی غلامی کے اس علامتی جوئے کو بھی اپنی گردن سے اتار دیں گے جو 1935ء کے آئین کی صورت میں ابھی تک ہماری گردنوں پہ سوار ہے۔

25 دسمبر 1955ء قائداعظم کی سالگرہ کے موقع پر ریڈیو پاکستان سے نشری تقریر

حکومت پنجاب کا بجٹ برائے مالی سال 2009-10ء

صوبہ پنجاب کا بجٹ برائے 2009ء

ادارہ

صوبائی وزیر خزانہ تنویر اشرف کائرہ نے چار سو نواسی ارب تیراسی کروڑ روپے حجم کا پنجاب کا ٹیکس فری بجٹ برائے مالی سال 2009.10 بجٹ پیش کر دیا' غیر ترقیاتی اخراجات کا تخمینہ 314 ارب 87 کروڑ لگایا گیا' سالانہ ترقیاتی پروگرام کیلئے 175 ارب 'امن امان کے قیام کیلئے 54 ارب 52 کروڑ 'غربت میں کمی اور دیگر فلاحی منصوبوں کیلئے 30 ارب کی سبسڈی دینے کا فیصلہ' ضلعی حکومتوں اور تحصیل کونسلوں کو دو ارب روپے' خصوصی اقدامات کیلئے چار ارب کے ترقیاتی فنڈز' تعلیم کے لئے بائیس ارب اڑتیس کروڑ روپے' اسپیشل انفراسٹرکچر کیلئے چھبیس ارب روپے' اسکول ایجوکیشن کیلئے تیرہ اعشاریہ چھ ارب، ہائر ایجوکیشن کیلئے چھ اعشاریہ ایک سو پچیس ارب روپے' اسپیشل ایجوکیشن ایک ارب اور لٹریسی کیلئے چھیاسی کروڑ روپے' صحت کے شعبے کے لئے اکیس ارب ستتر کروڑ روپے' امن وامان کے لئے چون ارب باون کروڑ روپے کے فنڈز مختص' صوبائی ٹیکسوں کی مد میں چھیاسی ارب چوہتر کروڑ روپے کی وصولی کا ہدف' ریجنل پلاننگ کیلئے سات ارب سینتالیس کروڑ اور لوکل گورنمنٹ کو سات اعشاریہ سات ارب ملیں گے' شہری ترقی کیلئے سات ارب، زرعی ترقی کیلئے تین اعشاریہ دو ارب روپے اور واٹر سپلائی کیلئے آٹھ اعشاریہ پانچ ارب، سماجی تحفظ کیلئے نوے کروڑ روپے' سڑکوں کی تعمیر کیلئے پچیس ارب، پبلک ہیلتھ کیلئے پانچ اعشاریہ پانچ ارب روپے' انصاف تک رسائی کی اسکیموں میں اکتیس اعشاریہ سات صفر کروڑ روپے خرچ' ایمرجنسی سروسز کی ترقی میں توسیع کیلئے دو ارب رکھے گئے ہیں' جنگلات اور جنگلی حیات کیلئے تیس اعشاریہ تین صفر کروڑ روپے اور ماحولیات کیلئے پچاس کروڑ، اطلاعات و ثقافت کیلئے چالیس کروڑ روپے مختص کیے گئے۔ انہوں نے کہا کہ غربت میں کمی لانے کیلئے موجودہ حکومت نے رواں مالی سال میں پنجاب فوڈ سپورٹ سکیم کیلئے 13 ارب روپے کی رقم مختص کی۔ اس سکیم کا مقصد مہنگائی کے اس دور میں روز مرہ کی خوردونوش کی اشیاء خریدنے میں مفلس اور نادار لوگوں کو امداد فراہم کرنا ہے۔ اس سکیم کے تحت ایک ہزار روپے ماہانہ فی خاندان نقد امداد دی جا رہی ہے۔ اب تک اس سکیم سے تقریباً ساڑھے 13 لاکھ خاندان مستفید ہو رہے ہیں۔ حکومت نے صوبے بھر میں ایسے سکولوں کے قیام کیلئے رواں مالی سال میں 4 ارب 90 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی۔ اب تک صوبے کی 24 تحصیلوں میں 44 سکولوں کے قیام کیلئے قطعات اراضی حاصل کرنے میں کامیابی ہو چکی ہے۔ ان سکولوں میں اعلیٰ تعلیمی سہولیات کے علاوہ رہائش' خوراک' یونیفارم اور کتابیں مفت مہیا کی جائینگی۔ عوام کے جان ومال کے تحفظ اور امن وعامہ کے تقاضوں کے پیش نظر حکومت نے آئندہ مالی سال میں Law & Order کیلئے 43 ارب روپے مختص کیے ہیں۔ سرکاری ملازمین کو ریٹائرمنٹ پر تعمیر شدہ مکانات دینے کیلئے پنجاب گورنمنٹ سرونٹس ہاؤسنگ فاؤنڈیشن کو ایک ارب روپے کی سبسڈی دی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ ایک ارب روپے کا قرضہ بھی فراہم کیا جائے گا جس کی واپسی

آسان اقساط میں ہوگی ۔ انہوں نے کہا کہ گھر انسان کی کتنی بڑی ضرورت ہے ۔ اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کا اپنا کوئی گھر نہیں ۔ حکومت کو بے گھر لوگوں کی پریشانیوں کا بخوبی احساس ہے ۔ حکومت نے بے گھر خاندانوں کو چھت فراہم کرنے کیلئے دیہی علاقوں میں 12 ہزار 175 ایکڑ اراضی کی نشاندہی کی ہے ۔ اس سکیم کے تحت چھیالیس ہزار پانچ سو چھپن بے گھر خاندانوں میں پانچ مرلہ فی خاندان رہائشی پلاٹ بلا معاوضہ تقسیم کئے جائینگے ۔ لاہور کے قریب 800 ایکڑ پر محیط نالج سٹی قائم کیا جائیگا ۔ نالج سٹی کیلئے سرکاری ملازمین کی نشاندہی ہو چکی ہے اس کی مکمل feasibility بنانے کی مد میں 5 کروڑ روپے مختص کر دیئے گئے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ دانش سکول سسٹم کو مستقل بنیاد فراہم کرنے کیلئے Daanish School System and Centers of Excellence Authority کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے ۔

مالی سال 10-2009ء کے ریونیو اکاؤنٹ میں آمدنی کا تخمینہ 423.5 ارب روپے ہے ۔ اس میں 321 ارب روپے Federal Divisible کے ٹیکسوں کا صوبائی حصہ ہے جو N F C ایوارڈ کے تحت حاصل ہوگا ۔ اس کے علاوہ وفاقی حکومت سے براہ راست ادائیگیوں اور گرانٹ کی مد میں 11 ارب روپے ملنے کی توقع ہے ۔ صوبائی ٹیکسوں کی مد میں 49.7 ارب روپے اور صوبائی non-tax ریونیو میں 41.8 ارب روپے کی آمدن متوقع ہے ۔ مالی سال 10-2009 کے بجٹ میں جاری اخراجات کا تخمینہ 314.8 ارب روپے ہے ۔ آئندہ مالی سال کے جاری اخراجات میں تقریباً 30 ارب روپے کی سبسڈی بھی شامل ہے ۔ یہ سبسڈی سستی روٹی سکیم، بنیادی اشیائے خوردونوش کی فراہمی، غریب طبقہ کی بحالی، عوام کے علاج معالجہ، محنتی اور ہونہار طلبہ کیلئے وظائف کی فراہمی کیلئے دی جا رہی ہے ۔ اگر 30 ارب روپے کی اس سبسڈی کو جاریہ اخراجات سے منہا کیا جائے گا تو سال 10-2009 کے جاری اخراجات کا تخمینہ 284.8 ارب روپے بنتا ہے ۔ صوبائی وزیر خزانہ نے کہا کہ میں آج اس معزز ایوان میں 175 ارب روپے کی مالیت کا ترقیاتی پروگرام پیش کر رہا ہوں جو کہ پنجاب کی تاریخ کا سب سے بڑا سالانہ ترقیاتی پروگرام ہو گا ۔ صوبائی وزیر خزانہ نے کہا کہ صوبے کی تیز رفتار ترقی، غربت، جہالت اور بیروزگاری کا خاتمہ، عوام کو سستے اور فوری انصاف کی فراہمی اور ان کے مسائل کا حل ہمارا مشن ہے اور اسکی تکمیل کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے جا رہے ہیں ۔

ہمارا ترقیاتی پروگرام ترجیحاتی طور پر Pro-Poor رہے گا اور ایک متوازن ترقیاتی عمل کی بنیاد فراہم کریگا ۔ انہوں نے کہا کہ ترقیاتی پروگرام میں سماجی شعبہ ہماری اولین ترجیح ہے جس پر آئندہ مالی سال میں 59 ارب 72 کروڑ روپے سے زائد رقم مختص کی جا رہی ہے جو کہ ہمارے ترقیاتی پروگرام کا 46 فیصد ہے ۔ تعلیم کے شعبہ کیلئے ترقیاتی بجٹ کا تخمینہ 23 ارب روپے سے زائد ہے ۔ جو ہائی سکولوں میں کمپیوٹر کی تعلیم، فنی تعلیم کا ایک جامع پروگرام، پرائمری سکولوں کو مڈل اور مڈل سکولوں کو ہائی سکولوں کا درجہ دینے کیلئے خرچ کئے جائینگے ۔ اس رقم میں سے 1500 سکولوں میں missing facilities پر 4 ارب روپے خرچ کئے جائینگے ۔ فراہمی و نکاسی آب کیلئے آئندہ مالی سال میں مجموعی طور پر 8 ارب 50 کروڑ روپے خرچ کئے جائینگے ۔ اس سے شہری اور دیہی علاقوں میں فراہمی و نکاسی آب کے نظام کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی ۔ اس پروگرام کا 57 فیصد فنڈ دیہی علاقوں میں خرچ کیا جائیگا ۔ پنجاب ڈویلپمنٹ پروگرام میں مقامی سطح کی سکیموں پر 3 ارب روپے خرچ کرنے کی تجویز ہے ۔

☆☆☆☆

حکومت سندھ کا بجٹ برائے مالی سال 10-2009ء

حکومت سندھ کا 3 کھرب 27 ارب کا ٹیکس فری بجٹ

ادارہ

حکومت سندھ نے مالی سال برائے 10-2009ء کے لئے 3 کھرب 27 ارب روپے کا بجٹ پیش کر دیا ہے۔ نئے مالی سال کے لئے مجموعی آمدنی کا تخمینہ 3 کھرب 10 ارب روپے لگایا گیا ہے جبکہ اخراجات کا مجموعی تخمینہ 3 کھرب 27 ارب روپے لگایا گیا ہے۔ اس طرح یہ بجٹ 17 ارب روپے خسارے کا بجٹ ہے تاہم بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ بجٹ میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 15 فیصد اور ریٹائرڈ ملازمین کی پینشن میں 1500 روپے اضافے کا اعلان کیا گیا ہے جبکہ محکمہ تعلیم اور پولیس کی 20 ہزار بھرتیاں کرنے سمیت مختلف محکموں میں 40 ہزار نئی بھرتیاں کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ پیر کو سندھ اسمبلی کا اجلاس اسپیکر نثار احمد کھوڑو کی زیر صدارت ہوا جس میں وزیر اعلی سندھ قائم علی شاہ نے صوبہ سندھ کا آئندہ مالی سال برائے 10-2009ء کا بجٹ پیش کیا۔ مالی سال 10-2009ء کے بجٹ اجلاس سے قبل سندھ کابینہ کا اجلاس وزیر اعلی قائم علی شاہ کی زیر صدارت ہوا جس میں صوبائی کابینہ نے آئندہ مالی سال کے بجٹ تجاویز کی منظوری دی۔ آئندہ مالی سال کے بجٹ میں اخراجات کا تخمینہ 3 کھرب 27 ارب 18 کروڑ 25 لاکھ 23 ہزار روپے لگایا گیا ہے۔ بجٹ میں کرنٹ ریونیو وصولی کا تخمینہ 2 کھرب 43 ارب 66 کروڑ 25 لاکھ روپے لگایا گیا ہے جبکہ رواں سال میں نظر ثانی شدہ تخمینہ 2 کھرب 13 ارب 53 کروڑ 66 لاکھ روپے ہے۔ آئندہ مالی سال کے بجٹ میں کرنٹ ریونیو اخراجات کا تخمینہ 2 کھرب 13 ارب 39 کروڑ 79 لاکھ لگایا گیا ہے جبکہ رواں سال کے نظر ثانی شدہ تخمینے کی مالیت 1 کھرب 84 ارب 95 کروڑ 19 لاکھ روپے ہے۔ ترقیاتی اخراجات کا تخمینہ 81 ارب روپے، کرنٹ کیپٹل اخراجات کا تخمینہ 15 ارب 87 کروڑ روپے لگایا گیا ہے، جبکہ ٹوٹل وصولیوں کا تخمینہ 3 کھرب 10 ارب روپے لگایا گیا ہے اس طرح آئندہ مالی سال کا سندھ کا بجٹ مجموعی طور پر 17 ارب روپے خسارے کا بجٹ ہوگا، جبکہ رواں مالی سال کا بجٹ 14 ارب روپے خسارے کا ہے۔ مالی سال 10-2009 میں مجموعی ریونیو اور کیپٹل وصولیوں کا تخمینہ 2 کھرب 64 ارب 98 کروڑ 60 لاکھ روپے لگایا گیا ہے جبکہ ریونیو کیپٹل اخراجات کا تخمینہ 2 کھرب 29 ارب 27 کروڑ 70 لاکھ روپے لگایا گیا ہے۔ بجٹ میں سالانہ ترقیاتی منصوبوں کے لئے 113 ارب روپے مختص کئے گئے ہیں امن وامان کے لئے 24 ارب روپے جبکہ 5 ہزار پولیس فورس بھرتی کرنے اور ایک ہزار اہلکاروں پر مشتمل دہشت گردی کے خلاف ریپڈ رسپانس فورس تشکیل دینے کا اعلان کیا ہے۔ پولیس کے نظام کو جدید بنانے کے لئے ای پولیس سسٹم تیار کیا گیا ہے جس کے لئے بجٹ میں 400 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں، جیل پولیس بنائی جائے گی اور جیل کے لئے الگ عدالتیں بھی قائم کی جائیں گی، جس کے لئے 300 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ کراچی اور دیگر شہروں میں لینڈ مافیا کے خلاف کارروائی کے لئے اینٹی انکروچمنٹ فورس اور

ڈائریکٹریٹ قائم کرنے کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ مالی سال 2009-10 کے بجٹ میں سالانہ ترقیاتی پروگرام 113ارب روپے کا ہے جس میں سے صوبائی سالانہ ترقیاتی پروگرام 75ارب روپے کا ہے، ترقیاتی پروگرام میں ضلعی حکومتوں کے لئے 15ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جبکہ وفاقی حکومت کی جانب سے سرکاری شعبوں میں ترقیاتی پروگرام 16.6 ارب روپے کا ہوگا۔ غیر ملکی امداد سے چلنے والا ترقیاتی پروگرام 3 . 6ارب روپے کا ہوگا۔ گزشتہ سال میں ترقیاتی پروگرام 90ارب کا تھا جو کہ بڑھایا گیا ہے۔ سندھ میں تباہ کاریوں سے نمٹنے کے لئے صوبائی ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی کو زیادہ فعال بنایا جارہا ہے اس کے علاوہ ٹھٹھہ اور بدین کے اضلاع میں تباہ کاریوں کی وجہ سے متاثرہ علاقوں کی دوبارہ بحالی کا کام شروع کرنے کے لئے پی پی اے ایف اور تھر میں رورل سپورٹ پروگرام کی مدد سے تباہ کاریوں سے نمٹنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ سندھ میں 22ہزار اسامیوں کی بھرتیاں سندھ پبلک سروس کمیشن کے ذریعے کی جائیں گی۔ جبکہ محکمہ تعلیم اور پولیس سمیت دیگر محکموں میں بھی 20ہزار نئی بھرتیاں کی جائیں گی۔ کراچی اور دیگر شہروں میں لینڈ مافیا کے خلاف کارروائی کے لئے اینٹی انکروچمنٹ فورس تشکیل دی جائے گی اور ایک ڈائریکٹریٹ بھی قائم کیا جائے گا اس مقصد کے لئے 197 ملین روپے بجٹ میں مختص کئے گئے ہیں اور زمینوں کے ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کرنے کے لئے 921 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ خواتین کو زیادہ بااختیار بنانے کے لئے ملازمت کرنے والی خواتین کے لئے ہاسٹلز بنائے جائیں گے اور تشدد کا شکار خواتین کو چھت فراہم کی جائے گی۔ کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں گے جس کے لئے سندھ گوٹھ آباد رول تیار کئے گئے ہیں اور 23اضلاع میں تحصیل کی سطح پر سروے کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ کراچی میں کیماڑی، گڈاپ، بن قاسم ٹاؤن میں سروے کمیٹیوں کی جانب سے 245 گوٹھوں کا سروے کیا گیا ہے، جبکہ کیماڑی ٹاؤن کے 21 گاؤں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں گے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ سندھ میں بینظیر وومن سپورٹ پروگرام کے لئے 4ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جس سے پانچ لاکھ خواتین کی مدد کی جائے گی، اور مستحق خواتین کی نشاندہی ارکان سندھ اسمبلی کی معرفت کی جائے گی۔ وزیر اعلیٰ سندھ نے کہا کہ بے نظیر شہید یوتھ ڈویلپمنٹ پروگرام کے تحت 2.5ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جس میں سے 75ہزار مزید نوجوانوں کو تربیت فراہم کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ مالی سال سماجی تحفظات کے پروگرام کو بڑھایا جارہا ہے جس کے تحت 15ارب روپے مختص کئے گئے ہیں انہوں نے کہا کہ غریبوں کو گھر فراہم کرنے کے لئے مختلف پروجیکٹ مکمل ہونے کے آخری مراحل میں ہیں اس مقصد کے لئے ٹھٹھہ، بدین، حیدرآباد، خیرپور، بے نظیر آباد، سکھر، کراچی، اور لاڑکانہ میں زمین الاٹ کی گئی ہے۔ اس زمین پر گھر تعمیر کئے جارہے ہیں۔ مالی سال 2009-10 کے لئے بجٹ میں ریونیو وصولیابی کا تخمینہ 125ارب روپے ہے جو کہ گزشتہ مالی سال کے بجٹ کے مقابلے میں 12فیصد زائد ہے، تیل اور گیس کی مد میں وصولیابی کا تخمینہ 50ارب روپے ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوبائی وصولیابی کا تخمینہ 39ارب روپے لگایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریونیو اخراجات کا تخمینہ 213.4ارب روپے لگایا گیا ہے جو کہ نظر ثانی شدہ اخراجات 185ارب روپے کے مقابلے میں 15فیصد زائد ہے، انہوں نے کہا کہ کیپٹل بجٹ میں 5.4ارب روپے کی بچت ہے کیونکہ سندھ کو بجٹ میں عالمی بینک اور ایشائی ترقیاتی بینک سے قرضے ملنے کی امید ہے۔ انہوں نے کہا کہ ضلعی حکومتوں کے حصے کی رقوم 94.4ارب روپے ہوگی جس میں صوبائی مالیاتی کمیشن کے ایوارڈ کی بنیاد پر ضلعی سپورٹ پروگرام کی مد میں 27.6ارب روپے شامل ہیں وہ رقم گزشتہ سال کے مقابلے میں 21فیصد زائد ہے۔

☆☆☆☆

حکومت سرحد کا بجٹ برائے مالی سال 10-2009ء

صوبائی بجٹ برائے سرحد 2009ء

ادارہ

حکومت سرحد کے سینئر صوبائی وزیر رحیم داد خاں نے مالی سال 10-2009ء کے لئے صوبہ سرحد کا دو کھرب 14 ارب 18 کروڑ روپے 11 لاکھ 22 ہزار روپے خسارے کا بجٹ پیش کر دیا۔ حکومت کو بجٹ میں 3.1 ارب روپے خسارے کا سامنا ہے۔ کل آمدن کا تخمینہ دو کھرب گیارہ ارب جبکہ اخراجات کا تخمینہ دو کھرب 14 ارب دو کروڑ روپے ہے۔ آئندہ مالی سال 10-2009 میں اخراجات کی مد میں بجٹ کا تخمینہ 214.2 بلین روپے لگایا گیا ہے جس میں 80 بلین روپے اخراجات جاریہ کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ صحت اور تعلیم کے لئے 6 بلین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ پولیس کو 9.7 بلین روپے اور پنشن کی ادائیگی کے لئے 7.2 بلین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ ضلعی حکومتوں کو تنخواہوں اور دیگر اخراجات کی مد میں 34.9 بلین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ ریونیو اور اسٹیٹ کو ریلیف اقدامات کے لئے 1.1 بلین روپے مہیا کئے جا رہے ہیں۔ گندم پر سبسڈی کے لئے 2 بلین روپے، قرضوں کی ادائیگی کے لئے 8.1 بلین روپے اور متفرق اخراجات کے لئے 11 بلین روپے مہیا کئے جا رہے ہیں۔ اِن اخراجات کے علاوہ دیگر اخراجات میں جاریہ کیپیٹل اخراجات کے لئے 3.2 بلین روپے رکھے گئے ہیں۔ ترقیاتی اخراجات کیلئے مختص شدہ رقم 51.2 بلین روپے ہے اور خوراک کی مد میں کیپیٹل اِخراجات کے لئے 79.7 بلین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ سال 10-2009 کیلئے کل اخراجات کا تخمینہ 214.2 بلین بنتا ہے۔

بجٹ تقریر کرتے ہوئے رحیم داد خان نے کہا کہ سال 10-2009 کا بجٹ بناتے وقت جو مقاصد صوبائی حکومت کے مدنظر تھے وہ کچھ اِس طرح سے ہیں۔ سوشل سروس سیکٹرز (Social Service Sector) میں خدمات کی فراہمی (Service Delivery) کو بہتر بنانا۔ اکنامک سروس کے محکموں کی کارکردگی کو بہتر بنانا۔ روزگار کے نئے مواقع کی فراہمی۔ امن وامان کی حالت میں بہتری لانا۔ چھوٹے کاروبار کو فروغ دینا اور اُس کے لئے اِقدامات اُٹھانا۔ زراعت کو مزید ترقی اور بڑھوتری دینا۔ صحت کی سہولتوں کی فراہمی میں مزید بہتری۔ IDPs کے حوالے سے ضروری فنڈز کی فراہمی تا کہ اُن کی بحالی و آبادکاری ہنگامی بنیادوں پر کی جا سکے۔ عوام کو بہتر ٹرانسپورٹ کی سہولت کی فراہمی۔ صحت نہایت اہم شعبہ ہے۔ اِس سے معاشرے کے ہر فرد کا واسطہ پڑتا ہے۔ اِس سیکٹر کے تحت امراض سے بچاؤ اور اُن پر قابو پانے کے لئے مدافعتی پروگراموں بالخصوص صحت تولیدی، بچوں کی صحت، غذائیت کی کمی اور بنیادی سہولیات کے ڈھانچے کو بہتر بنانا شامل ہیں تا کہ صحت مند معاشرے کے قیام کو ممکن بنایا جائے۔ تپ دق کا تدارک اور علاج، زچہ و بچہ کی صحت، بنیادی صحت میں بہتری، ہیپاٹائٹس، ملیریا اور ایڈز سے بچاؤ، بچوں و ماؤں کی شرح اموات کو کم کرنا اور مستقبل میں اِن سہولیات کا دائرہ کار تمام اضلاع تک بڑھانا صوبائی حکومت کے اولین مقاصد کا حصہ ہے۔ قوموں کی بقا، سالمیت اور ترقی کا راز اچھی تعلیم اور بہتر تربیت

100 ملین روپے فراہم کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ مشینری وآلات کی خریداری کے لئے 4 کروڑ روپے، اسلحہ کی خریداری کے لئے 31 ملین روپے، ایلیٹ فورس کی تربیت کے لئے 71 ملین روپے فراہم کئے جائیں گے۔سالانہ ترقیاتی پروگرام 10-2009 کا تخمینہ 51.157 بلین روپے ہے جو مالی سال 09-2008 کے تخمینے سے 9.613 بلین روپے یعنی 23 فیصد زیادہ ہے۔ترقیاتی پروگرام میں صوبائی حکومت کا اپنا حصہ 32.546 بلین (Billion) روپے ہے جو مالی سال 09-2008 کے منظور شدہ بجٹ تخمینہ 27.148 بلین(Billion) روپے سے 20 فیصد زیادہ ہے۔صوبائی ترقیاتی پروگرام 861 منصوبوں پر مشتمل ہے جس میں 650 جاری اور 211 نئے منصوبے شامل ہیں۔سالانہ ترقیاتی پروگرام 10-2009 میں 6.644 بلین(Billion) روپے کی بیرونی امداد بھی شامل ہے۔

☆☆☆☆

مادرِ ملت نے فرمایا

اس کالج میں آنا میرے لئے ہمیشہ مسرت کا باعث امر ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قائداعظم نے اسی کالج سے تعلیم پائی اور بطور سابق طالب علم ان کا نام اب بھی اسی کالج سے وابستہ ہے۔اسی وابستگی کی بناء پر آپ پہ یہ خصوص ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ نوجوانوں کو جنہیں اپنے ملک کے شاندار مستقبل کی تعمیر کرنا ہے انہیں موزوں اور مناسب تعلیم وتربیت سے آراستہ کریں۔

ستمبر 1956ء کالج یونین کے افتتاحی اجلاس سے خطاب

حکومت بلوچستان کا بجٹ برائے مالی سال 10-2009ء

صوبہ بلوچستان کا 74 ارب روپے سے زائد کا ٹیکس فری بجٹ پیش کر دیا گیا

ادارہ

بلوچستان کا 74 ارب روپے سے زائد کا ٹیکس فری بجٹ پیش کر دیا گیا جس میں سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لیے 18 ارب 53 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ 4212 نئی اسامیوں کی تخلیق، سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 15 فیصد عبوری اضافہ کے علاوہ پینشن میں بھی 15 فیصد اضافہ کا اعلان کیا گیا ہے۔ بہتر مالیاتی نظم وضبط کے ذریعے رواں مالی سال کے دوران نئے محکموں اور ڈویژنل کمشنروں کے دفاتر کے اضافے کے باوجود 1 ارب 47 کروڑ روپے کی بچت کی گئی۔ بجٹ خسارہ وفاقی حکومت کے تعاون اور بہتر مالیاتی نظم وضبط کے ذریعے پورا کیا جائے گا۔ صوبائی وزیر خزانہ عاصم کرد گیلو نے مالی سال 10-2009ء کے لیے 8 ارب 33 کروڑ روپے سے زائد خسارے کا ٹیکس فری بجٹ پیش کرتے ہوئے اسمبلی کو بتایا کہ بجٹ کا مجموعی حجم 74 ارب 24 کروڑ 70 لاکھ روپے ہے جس میں جاری اخراجات کا تخمینہ 53 ارب 8 کروڑ 12 لاکھ 74 ہزار روپے کا لگایا گیا ہے جبکہ سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لئے 18 ارب 53 کروڑ 60 لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ جس میں 5 ارب 17 کروڑ 45 لاکھ روپے کی بیرونی پروجیکٹ امداد بھی شامل ہے۔

مادرِ ملت نے فرمایا

آج قیامِ پاکستان کی دسویں سالگرہ ہے۔ دس برس پیشتر آج ہی کے دن قائداعظم نے پہلی بار پاکستان کا قومی پرچم لہرا کر ایک خود مختار مملکت کی صورت میں ہمیں ہماری آزادی کی بشارت دی۔ اس روز کروڑوں لوگوں نے اپنی فتح اور ایک غیر قوم کی غلامی سے نجات کا جشن منایا۔

14 اگست 1957ء یوم پاکستان کی موقع پر قوم کے نام پیغام

پاک فوج کیلئے صدر پاکستان کا خصوصی پیکیج

ایم فاروق

صدر پاکستان نے پاک فوج کی پیشہ ورانہ کارکردگی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی تنخواہ کے برابر اضافی الاؤنس کے پیکیج کا اعلان کیا ہے جس کو عوامی سطح پر سراہا گیا۔ صدر مملکت نے آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی سے ملاقات میں ''آپریشن راہ راست'' کے نتائج پر اظہار طمینان کیا اور اسے جلد از جلد مکمل کرنے پر اتفاق کیا۔ صدر مملکت نے سوات اور مالاکنڈ ڈویژن شدت پسندوں کی ملک دشمن اور سماج دشمن سرگرمیوں کی مانیٹرنگ کرنے کیلئے فوجی چھاونی کے قیام کا اعلان کیا جو یقیناً ایک احسن قدم ہے۔ چھاونی کے قیام سے ہمارے سرحدی علاقوں میں مقیم ہونے والے القاعدہ اور طالبان کے بھگوڑوں کا تدارک ہو گا جو ہمارے قبائلی علاقے کے عوام کیلئے وبال جان اور پوری قوم کیلئے ناسور بن رہے ہیں یہ غیر ملکی ایجنٹ ہیں۔ انہوں نے ہمارا امن وسکون برباد اور معیشت کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ ان کو نیست ونابود کرنا وقت کی اولین ضرورت ہے۔ صدر مملکت نے کہا کہ ہمارے بہادر فوجی عوام کی مدد سے پاکستان کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ فوج کے افسروں اور جوانوں نے اپنی زندگیوں کی قربانی دی ان کی قیمت کوئی ادا نہیں کرسکتا لیکن عوامی حکومت انہیں عزت نفس کا جائز مقام دے سکتی ہے۔ ان کی ملک وملت کی حفاظت کے اعتراف پر انہوں نے مسلح افواج کے افسروں اور جوانوں کے الاؤنسز کی مد میں ایک ماہ کی تنخواہ کے برابر اضافے کا اعلان کیا اور جو اس وقت میدان جنگ میں ہیں ان پر فوری نافذ العمل ہوگا۔ باقی جوانوں کی تنخواہ پر اس پیکج کا اطلاق یکم جنوری 2010ء سے ہوگا۔ بلاشبہ سرحدوں کے رکھوالے اس پیکج کے مستحق ہیں۔ آج پوری قوم دہشت گردوں کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ ہم ان لوگوں سے جنگ لڑ رہے ہیں جو طاقت اور زور سے اپنا ایجنڈا نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ صدر مملکت نے اپنی تقریر میں واضح کیا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو طالبان تو کہتے ہیں لیکن یہ علم کے طالب نہیں ہیں۔ شعور سے بے بہرہ ہیں اور یہ تو علم اور عالم دونوں کے دشمن ہیں جو سکولوں کو بموں سے اڑا کر لوگوں میں خوف وہراس پھیلا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے ہزاروں بے گناہوں کا خون کیا حالانکہ ہمارے عالمگیر مذہب اسلام نے بھی قتل وغارت گری، حق تلفی کو حرام قرار دیا ہے۔ ہمارے پیارے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو نہایت ہی نرمی اور پیار محبت سے پھیلایا لیکن یہ لوگ بندوق کی نوک پر اسلام کے داعی اور ٹھیکیدار بن بیٹھے ہیں لیکن ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ظالم اور دہشت گرد ہیں لیکن پاکستان کے عوام ان سماج اور وطن دشمن عناصر کو پہچان گئے ہیں۔ ان کی مکمل بیخ کنی کیلئے افواج پاکستان ان کے شانہ بشانہ کھڑی ہے۔

قبل ازیں ان دہشت گردوں نے شہید محترمہ بے نظیر بھٹو سمیت 200 افراد کو شہید کیا۔ ان عسکریت پسندوں نے خودکش حملوں سے لاانفورسمنٹ ایجنسی کے بہادر افسران،

جوانوں اور بے گناہوں کو شہید کیا۔ان کی مسلسل ہٹ دھرمی، باغیانہ سوچ نے پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام کیا، لوگوں کو بے گھر کیا۔ آج متاثرین سوات اور مالاکنڈ بشمول اب تک دولاکھ 78 ہزار خاندان رجسٹر ہو چکے ہیں جن کو پاکستان بیت المال اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے ذریعے ماہانہ امداد دی جاری ہے۔ آج قوم پُرتشدد رویوں سے نجات حاصل کرنے کی متمنی ہے اور اس حوالے سے شعور موجود ہے لیکن افغان جنگ اور نائن الیون کے بعد یہ خطہ بڑی طاقتوں کی آماجگاہ بنتا رہا جس سے ہمارے ملک کی معیشت پر تباہ کن اثرات مرتب ہوئے اور آمریت کو فروغ ملا جمہوریت ختم ہوئی جس کا خمیازہ آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔ موجودہ حکومت نے اقتدار سنبھالتے ہی شدت پسندوں کو قومی دھارے میں لانے کی کوشش کی، ریاست اور حکومت کیلئے مذاکرت کئے لیکن برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ طالبان سے کئی معاہدے اور سمجھوتے ہوئے مگر کوششیں بارآور ثابت نہ ہوسکیں۔ انہوں نے لوگوں کے گلے کاٹنا دہشت پھیلانا اور من مانی کرنا اپنا وطیرہ بنالیا ریاست کے اندر اپنا نظام چلانے کو رواج دیا جو ناقابل قبول ہے ۔ آج متاثرین کی رجسٹریشن کیلئے چھ ادارے رجسٹریشن میں مصروف ہیں تاکہ متاثرین کے بھیس میں عسکریت پسند دوسرے شہروں میں داخل نہ ہوسکیں۔حکومت رجسٹرڈ خاندانوں کو راشن اور دیگر سہولیات فراہم کرنے کیلئے ہر خاندان کے سربراہ کو وظیفہ کارڈ جاری کرے گی۔ سروسز گروپ کے لیفٹیننٹ جنرل ندیم کو اس کا سربراہ بنایا گیا جو کہ اپنی ٹیم کے ہمراہ بحالی کے کاموں میں مصروف ہیں ۔ تمام کیمپوں میں موجود خاندانوں کو دس ہزار خاندان روزانہ کے حساب سے وظیفہ کارڈ جاری کئے جارہے ہیں۔ کیمپوں میں حکومت نے 36 سکول جبکہ 76 سکول کیمپوں کے باہر قائم کئے ہیں تاکہ بچوں کے تعلیمی سال کا ضیاع نہ ہو۔ صدر مملکت نے کہا کہ حکومت دہشت گردوں کی بزدلانہ کارروائیوں سے متزلزل نہیں ہوگی اور نہ ہی انتہا پسندوں اور شر پسندوں سے کوئی سمجھوتہ کرے گی۔ اب ان ملک دشمن عناصر کو شکست دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ حکومت دہشت گردوں کا مکمل صفایا کرے گی اور کسی کو عوام کے جان و مال کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ سوات آپریشن جلد کامیابی سے مکمل کیا جائے گا اور متاثرین مالاکنڈ کی باعزت گھروں کو واپسی کو جلد یقینی بنایا جائیگا۔ حکومت متاثرین کی امداد اور بحالی کیلئے پیچھے نہیں ہٹے گی۔ پاکستانی قوم متحد ہے اور جذبہ خیرسگالی سے مالامال ہے۔ کراچی سے خیبر تک کے لوگوں نے اپنی استطاعت کے مطابق متاثرین کے ساتھ مثالی تعاون کیا جس پر دُنیا ششدر رہ گئی۔

بلاشبہ صدر مملکت کا خطاب کئی حوالوں سے غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا یقیناً اس سے عوام کو احساس تحفظ کی فراہمی میں مدد ملے گی جبکہ دہشت گردوں، عسکریت پسندوں اور سماج دشمن عناصر کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔

سندھ کے بڑے شہر

ترقیاتی منصوبوں کی منظوری

عثمان خاں

صدر مملکت آصف علی زرداری نے کراچی میں ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس میں شہر قائد سمیت اندرون سندھ کے لیے اربوں روپے کے ترقیاتی منصوبوں کی منظوری دی۔ کراچی میں لیاری ایکسپریس وے کے متاثرین کو متبادل جگہ فراہم کرنے کے لیے وفاقی حکومت کی جانب سے سٹی گورنمنٹ کو 8 ارب روپے فراہم کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی۔ انہوں نے کراچی میں ماس ٹرانزٹ منصوبے کے تحت 500 سی این جی بسیں چلانے 1.6 ارب ڈالرز کی لاگت سے سرکلر ریلوے کی بحالی، تیز ترین بسیں ریپڈ ٹرانزٹ سسٹم کراچی حیدرآباد موٹروے آئی بی او ڈی iii کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے غیر ملکی کنسلٹنٹ کی تقرری اور تھرکول سے متعلق منصوبوں کی منظوری بھی دی۔ اجلاس میں سندھ کی صوبائی حکومت کے وزراء اور اعلیٰ حاکم سمیت سٹی ناظم مصطفیٰ کمال نے بھی شرکت کی اور پاکستان کے سب سے بڑے شہر میں جاری ترقیاتی اور تکمیل شدہ منصوبوں کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ کراچی آبادی کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صنعتی وتجاری شہر ہے اور اس کے مسائل کو حل کرنے کے لیے حکومت تندہی سے کام کر رہی ہے۔ ان اقدامات کے نتیجے میں لیاری ایکسپریس وے کی تعمیر سے ٹریفک کے دباؤ میں کمی اور بے دخل ہونے والوں کی بحالی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

ملک بھر کے شہروں میں بڑھتے ہوئے ٹریفک کے دباؤ کے باعث ماحولیاتی آلودگی میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے جبکہ کراچی کا شمار ماحولیاتی آلودگی کے حوالے سے دنیا کے چند خطرناک ترین شہروں میں ہوتا ہے اس کے لیے ماحول دوست 500 سی این جی بسیں چلانے کا منصوبہ بھی مثبت قدم قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ شہریوں کا دیرینہ مطالبہ ہے۔ اسی نہج پر پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں بھی گاڑیوں کے زہریلے دھویں سے آلودہ ہونے والی فضا کو پاک کرنے کے لیے سی این جی بسیں چلائی جانی چاہئیں اور ان منصوبوں کے لیے فنڈز فراہم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ سرکلر ریلوے کی بحالی کراچی کے عوام کا دیرینہ مطالبہ رہا ہے جسے ماضی کی حکومتوں نے نظر انداز کیے رکھا لیکن وفاقی حکومت کی جانب سے صدر مملکت نے اس منصوبے کی تکمیل کے لیے 1.6 بلین ڈالرز کی منظوری دے کر کراچی کی عوام کے دل جیت لیے ہیں۔ اس منصوبے کے مکمل ہونے سے شہر میں ٹریفک کے مسائل حل کرنے میں بہت زیادہ مدد ملے گی۔

پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں آبادی کا دباؤ بڑھ رہا ہے۔ ٹریفک کا مسئلہ بھی پیچیدہ ترین ہوتا جا رہا ہے چنانچہ ان شہروں میں سرکلر ریلوے کے منصوبے بھی ناگزیر ہیں۔ دنیا کے تمام بڑے ترقی یافتہ شہروں میں ریلوے کا انتہائی مربوط نظام موجود ہے جس کے باعث لوگوں کو تیز ترین سفری سہولتیں میسر آتی ہیں۔ ہمیں اس مثال کو اپنے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے اور عوام کو بہتر اور تیز رفتار سفر کی سہولتیں فراہم کرنی چاہییں۔ ملک میں توانائی کا بحران روز بروز بڑھتا جا رہا ہے لوڈشیڈنگ کا عفریت ہماری خوشیوں کو نگل رہا ہے۔ معاشی و صنعتی ترقی

کا پہیہ جام ہوتا جا رہا ہے۔اس سلسلے میں بجلی پیدا کرنے کے سستے ذرائع تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

صحرائے تھر میں کوئلے کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے ہیں جبکہ فنڈز کی عدم دستیابی کے باعث تھرکول پاور پراجیکٹ کا منصوبہ کھٹائی میں پڑا ہوا تھا جس کے لیے صدر آصف زرداری نہ صرف فنڈز کی فراہمی کی یقین دہانی کروائی ہے بلکہ واپڈا کو ہدایت بھی جاری کی کہ تھرکول کے انفراسٹرکچر کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے۔اگر اس منصوبے کی مستقبل میں بروقت تکمیل ہوجاتی ہے تو ہمیں بجلی کے بحران پر قابو پانے میں یقیناً مدد ملے گی۔اس کے علاوہ اجلاس میں صدر نے لاڑکانہ خیر پور پل کو مقررہ وقت میں ختم کرنے پر زور دیا اور سندھ میں رائٹ بینک آؤٹ فال ڈرینج کے منصوبے میں موجود خامیوں کو دور کرنے کے لیے غیر ملکی کنسلٹنٹ مقرر کرنے کی ہدایت جاری کی۔ملک میں جاری تمام ترقیاتی منصوبوں میں سب سے بڑی رکاوٹ فنڈز کی عدم فراہمی ہے بلاشبہ ملک کے دیگر بڑے شہروں لاہور، فیصل آباد پشاور، کوئٹہ اور ملتان کے لیے بھی اسی طرح کے ترقیاتی پیکجز کا اعلان کیا جانا چاہیے تا کہ ان شہروں کے باسیوں کے مسائل بھی ترجیحی بنیادوں پر حل ہوسکیں اور وہ ان منصوبوں کی تکمیل پر ریلیف محسوس کریں۔ یہی ایک کامیاب ترین اور جمہوری حکومت کا طرہ امتیاز ہوتا ہے کہ وہ عوامی امنگوں کے مطابق فیصلے کرتی ہے اور عوام کو جمہوریت کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

مادرِ ملت نے فرمایا

میرا ہمیشہ سے یہ ایمان رہا ہے کہ بطور قوم ہمارا مستقبل بہت شاندار ہے۔ہم سیویلین ہوں یا فوجی، کسنا ہوں یا مزدور، طالب علم ہوں یا استاد، تاجر ہوں یا صنعت کار، ڈاکٹر ہوں یا جج، ہم پیشے کے لحاظ سے جو بھی ہوں ہمیں اپنا فرض ادا کرنا ہے۔قومی زندگی میں پیدا شدہ بگاڑ کو روکنے کے کام کو کسی دوسرے پہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ہر شخص کو اپنے حصے کا کام کرنا ہے۔

11 ستمبر 1957ء کو قائداعظم کی برسی کے موقع پر ریڈیو پاکستان سے نشری تقریر

چولستان۔ صحرا کے نیچے میٹھے پانی کی جھیل

ڈاکٹر ایم اسلم خان

پانی نعمت خداوندی ہے اور اس کے بغیر ہر جاندار کا جینا محال ہے۔ زمینی تغیرات اور آبادی کے بے تحاشا بڑھنے کے سبب انسانی استعمال کے پانی کی مقدار کم ہوتی جا رہی ہے اور یہ مسئلہ اتنا گمبھیر ہو چکا ہے کہ مستقبل قریب میں جنگیں صرف پانی کے حصول کی خاطر لڑی جائیں گی۔ پاکستان کا صحرائی علاقہ چولستان پانی کی انتہائی کمی کا شکار چلا آ رہا ہے کیونکہ اس علاقے میں بارش بھی کئی کئی برس تک نہیں ہوتی اور مقامی باشندے پانی کی تلاش میں ہجرت کرتے رہتے ہیں مگر وہ اتنی سختیاں جھیلنے کے باوجود اپنی زمین چھوڑ کر نزدیکی شہروں میں آ کر آباد ہونے کو تیار نہیں۔ خواتین اور بچے صحرا میں میلوں دور سے گھڑوں پر پانی بھر کر لاتے ہیں ایسے سنگین حالات میں یہ انکشاف کہ بہاولنگر سے لے کر بہاولپور تک پھیلے چولستان کے تمام صحرائی و شہری علاقے کے نیچے زیر زمین میٹھے پانی کی جھیل موجود ہے عوام کے لئے خوشخبری اور عطیہ خداوندی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

صحرائے چولستان ہندوستان کے بڑے صحرائے اعظم یعنی صحرائے تھر کا وہ حصہ ہے جو پاکستان میں واقع ہے، جس کا مشرقی حصہ ہندوستان میں ہے جہاں اس کی پرانی راجپوتانہ ریاستیں قائم ہیں کسی زمانے میں یہ علاقہ بہت سرسبز تھا آج سے تقریباً ساڑھے تین ہزار سال قبل جب آرین اس علاقہ میں داخل ہوئے تو یہاں کی ہریالی اور خوشحالی دیکھ کر انہوں نے آج کے پاکستان کا نام ''سپتا سندھوا'' رکھا یعنی سات دریاؤں کی سرزمین یہ سات دریا سندھ، جہلم، چناب، راوی ستلج، بیاس اور سرساوتی تھے۔ دریائے سرساوتی ہمالیہ سے نکل کر نزدیک دریائے سندھ میں جا گرتا تھا چونکہ ہمالیہ پہاڑ نسبتاً جوان ہیں اور ان میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں تو ایسے ہی کسی زلزلے کے نتیجے میں دریائے سرساوتی بجائے مغرب کی طرف مڑنے کے سیدھا بہنا شروع ہو گیا اور گجرات کے علاقے سے ہوتا ہوا سمندر میں جا گرا۔ پھر اس میں تبدیلی کی وجہ سے سرساوتی نے اپنا رخ مشرق کی طرف موڑا اور الہ آباد کے نزدیک گنگا میں جا ملا اس طرح دریائے سرساوتی ''انڈس ریور سسٹم'' سے علیحدہ ہو کر ''گنگا ریور سسٹم'' کا حصہ بن گیا۔ یاد رہے کہ دریائے سرساوتی آرین کا بہت متبرک دریا تھا اور اس کے راستے بدلنے کے نشان اب بھی بوڑھی جمناؤں کی صورت میں موجود ہیں اور دریائے سرساوتی کا تھوڑا سا پانی اب بھی بہتا ہوا راجپوتانے میں آ کر ریت میں گم ہو جاتا ہے اس کا ذکر آریاؤں کی مقدس کتاب رگ ویدا میں ملتا ہے کہ کس طرح میا سرساوتی نے اپنے بچوں کے ناپاک کرتوتوں سے اپنا سر شرم سے میا دھرتی کے سینے میں چھپا لیا۔ دریائے سرساوتی کے آثار چولستان میں دریائے ہاکڑا کی گزرگاہ کی شکل میں موجود ہیں اس سرزمین کی زرخیزی کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ آج بھی کبھی کبھی کبھار بارش کی شکل میں جب پانی چولستان میں گرتا ہے تو دو تین دن کے بعد لق ودق براؤن رنگ کا صحرا سرسبز لہلاتے ہوئے پودوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

جب یہ زمین آہستہ آہستہ بنجر ہونے

گی اور دریائے سرساوتی کا پانی کم ہونا شروع ہوگیا تو آرین جو چولستان میں مقیم تھے وہ آہستہ آہستہ مغرب سے مشرق کی طرف سفر کرنے لگے اور دریا کی گزرگاہ پر ہمیں مغرب میں قلعہ دراوڑ سے مشرق کی طرف 400 قلعوں کا لامتناہی سلسلہ ملتا ہے۔ آرین کی کتابوں میں اس کو ''ماروس تھال'' لکھا ہے جس کا مطلب مری ہوئی دھرتی ہے۔ اس زمانے میں لوگوں کے پاس موجود زمانے کی ٹیکنالوجی نہیں تھی کہ وہ دریا پر بند باندھ کر ڈیم بنا لیتے اور پانی کا ذخیرہ کر لیتے۔ پانی جب پہاڑوں سے آنا کم ہونا شروع ہوگیا تو رفتہ رفتہ زمین خشک ہوتی چلی گئی اور پھر صحرا کی شکل اختیار کر گئی۔

چولستان کے نام کے متعلق عجیب عجیب کہانیاں مشہور ہیں لیکن یہ نام ترکی کی زبان کے لفظ چول بمعنی ریت (SAND) سے نکلا ہے اور تان بمعنی استھان یا تھان کے ہیں۔ بعض روایات کے مطابق لفظ چولستان ''چولنا'' سے نکلا ہے جس کے معنی حرکت کرنے کے ہیں۔ چولستان میں اوسطاً 12 سنٹی میٹر سالانہ بارش ہوتی ہے۔ چولستان 16 ہزار مربع کلومیٹر پر محیط ہے اور اس میں پاکستان کا مشہور ترین 77480 ایکٹر رقبے پر لال سوہانرا نیشنل پارک بھی قائم ہے۔ اس علاقے میں ایک دفعہ حضرت امیر خسرو کو غلام بنا لیا گیا تھا اور ان کو اسیر کرنے والا شخص ہندوستان سے لے جا کر کسی دوسرے ملک میں بیچنے کی غرض سے چولستان سے گزر رہا تھا لیکن قضائے قدرت سے اس شخص کا انتقال ہوگیا اور امیر خسرو آزاد ہو کر دہلی واپس چلے گئے۔

اس علاقے کے جانور اور خاص طور پر پودوں میں اس قسم کے پودے بھی پائے جاتے ہیں جن میں بہت سی بیماریوں کی شفا موجود ہے اور ایسے درخت بھی موجود ہیں جن کی جڑیں زمین میں تین یا چار سو گز تک میں چلی گئی ہیں تا کہ وہ صاف پانی حاصل کر سکیں اور یہ عجیب سا لگتا ہے کہ صحرا میں ایک درخت موجود ہے جس کے آس پاس کوئی سبزہ موجود نہیں ہے۔

چولستان میں جہاں بھی کھدائی کر کے کنویں بنائیں یا ٹیوب ویل لگائیں تو وہاں سے صرف سمندری پانی نکلتا ہے۔ چونکہ ایک زمانے میں یہ تمام علاقہ سمندر کا حصہ تھا اور خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس تمام علاقے میں زیر زمین دو تین ہزار گز نیچے میٹھے پانی کی محفوظ جھیل موجود ہے جو کئی صدیوں تک علاقے کے لوگوں کی ضروریات کے لئے کافی ہے۔

اس پانی کو فوسل واٹر (Fossil Water) کہتے ہیں۔ اس جھیل کا انکشاف آج سے تقریباً 30 برس قبل ہوا جب جرمن ماہر ارضیات کی ایک ٹیم نے اس علاقے میں تحقیق کی تھی۔

☆☆☆☆

لاہور کا محسن سر گنگا رام

ریاض صحافی

قیام پاکستان سے لیکر اب تک کے 62 برسوں کے دوران پنجاب کے حکمرانوں نے لاہور میں جو ترقیاتی کام کروائے وہ سر گنگا رام کیے گئے رفاحی کاموں کا عشرعشیر بھی نہیں ہیں۔ 1851ء میں پیدا ہونے والے گنگا رام نے 22 سال کی عمر میں انجینئرنگ کی ڈگری گولڈ میڈل کے ساتھ حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی 1873ء میں لاہور کے اسٹنٹ انجینئر کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ مال روڈ پر نیشنل کالج آف آرٹس، عجائب گھر، گورنمنٹ کالج، جی پی او، لاہور کیتھڈرل، ہائیکورٹ اور ایچی سن کالج سمیت کئی تاریخی عمارتوں کی ڈیزائننگ، پلاننگ اور تعمیر سر گنگا رام کے ہاتھوں انجام پائی۔ اس وقت سر گنگا رام ایکسین آف سٹی تھے۔ بلاشبہ اس عہد کو سر گنگا رام کا دور کہا جاسکتا ہے اس کے علاوہ انہوں نے پٹھان کوٹ اور امرتسر کے درمیان ریلوے ٹریک بچھایا۔ میو ہسپتال لاہور کا سر البرٹ وکٹر ونگ بنایا۔ لاہور میں پہلا جدید سینی ٹیشن سسٹم اور واٹرور کس کا نظام قائم کیا۔ اس کے علاوہ لاہور میں سب سے پہلی جدید بستی ماڈل ٹاؤن بنائی۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد سر گنگا رام کو مہاراجہ پٹیالہ شہر کی تزئین وتعمیر پر مامور کیا۔ پٹیالہ میں کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد وہ واپس لاہور آگئے اور پھر فلاحی کاموں کا آغاز کیا۔ گنگا رام ہسپتال، لیڈی میکلین گرلز ہائی سکول اور راوی ہاؤس آف ڈس ایبلڈ قائم کئے۔ ہندو سٹوڈنٹس کیریئر سوسائٹی کے علاوہ ہندو سکھ خواتین کے لئے بیوہ گھر اور سکول تعمیر کیا۔ ان تمام خیراتی اداروں کا خرچہ چلانے کے لئے مال روڈ پر گنگا رام ٹرسٹ بلڈنگ بنائی۔ ہیلے کالج کی تعمیر کے لئے بھی بیشتر رقم ادا کی۔ ملازمت سے فراغت کے بعد گنگا رام نے فلاحی کاموں کا سلسلہ جاری رکھا۔ ضلع لائل پور (فیصل آباد) کی تحصیل جڑانوالہ کے قریب 5 سو ایکڑ زمین خرید کر ایک گاؤں گنگا پور آباد کیا۔ اس گاؤں کی تمام تر بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے 2 مربع اراضی پر مشتمل ایک باغ بنوایا۔ آج کل یہ باغ سرکاری تحویل میں ہے اور اس کا سالانہ ٹھیکہ 10 لاکھ سے زائد ہے۔ اس گاؤں کے رہائشی کا شتکار سر گنگا رام کی زمین کی آمدن میں شراکت کی بنیاد پر حصہ دار تھے۔ اس کے بعد سر گنگا رام نے منٹگمری (ساہیوال) کے قریب تقریباً 50 ایکڑ بے آباد اور بنجر زمین کو آباد کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے سینکڑوں کلومیٹر لمبے نظام آبپاشی کی تعمیر کروائی۔ پانی کی فراہمی کے لئے بجلی سے چلنے والے پمپ لگائے گئے۔ اس وسیع نظام کو چلانے کے لئے 1925ء میں اپنی جیب سے رینالہ خورد کے قریب رینالہ ہائیڈل پاور سٹیشن تعمیر کیا اور صرف 3 سال کے عرصہ میں اس بنجر اور بے آباد صحرا کو گلزار میں تبدیل کردیا۔ سر گنگا رام کا ایک اور حیران کن اور دنیا بھر میں منفرد کارنامہ گھوڑا ٹرین کا آغاز تھا۔ 1898ء میں انہوں نے گنگا پور گاؤں جو فیصل آباد سے 60 کلومیٹر اور لاہور سے 100 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اپنی زمین کے لئے پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ایک

موٹر منگوائی جو بہت وزنی تھی۔ اسے گنگا پور لے کر جانا بہت مشکل تھا۔ گنگا پور سے 3 میل کے فاصلے پر واقع بچیانہ ریلوے سٹیشن تک مال گاڑی میں منگوائی اور اسے گنگا پور تک لانے کے لئے 3 میل کا ریلوے ٹریک بنوایا اور اس پر ریل کے پہیوں والی ایک لکڑی کی ٹرالی بنوائی جسے گھوڑا کھینچتا تھا۔ موٹر کو گنگا پور تک لانے کے بعد گھوڑا ٹرین گنگا پور کے باشندوں کو بچیانہ ریلوے سٹیشن تک لانے اور لے جانے کیلئے استعمال ہوتی رہی۔ 1898ء میں آنے والی پانی کی یہ موٹر اور گھوڑا ٹرین ایک صدی گزرنے کے بعد آج بھی رواں دواں ہیں۔ سر گنگا رام نے اپنی زندگی میں جو فلاحی کام کئے ان کی وجہ سے ان کا نام صدیوں تک زندہ رہے گا اور خلق خدا ہمیشہ ان سے فیض یاب ہوتی رہے گی۔

انسانیت کی خاطر کئے گئے فلاحی کام کسی بھی مذہب کی میراث نہیں ہوتے اور نہ ہی انکی حدود و قیود ہوتی ہیں اور ہر مذہب کے افراد اپنے مقدس پیشوں میں اپنے کام سے (Commited) ہوتے ہیں مثلاً قائداعظم کو آخری عمر میں جو سنگین بیماری لاحق ہو چکی تھی وہ صرف ان کے ہندو معالج ہی جانتے تھے کہ وہ مزید کتنا عرصہ زندہ رہیں گے اور قائداعظم کی درخواست پر انہوں نے اسے ان کی رحلت تک راز ہی رکھا اگر وہ اپنے پیشے سے مخلص نہ ہوتے صرف ہندو ذہنیت رکھ کر سوچتے اور وقت سے پہلے بیمار کا راز افشا ہو جاتا تو انگریز اور گاندھی پاکستان کے مطالبے اور قیام کو لٹکا سکتے تھے اس لئے اس ہندو ڈاکٹر کو ایک طرح سے پاکستان کا محسن کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سر گنگا رام نے جو فلاحی کام کئے وہ بطور ہندو کے نہیں بلکہ ایک اعلیٰ ترین انسان کی حیثیت سے کئے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی ساری عمر کی کمائی سر گنگا رام ہسپتال کی تعمیر پر لگا دی اور یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے کہ جب 1947 میں ہندوستان تقسیم ہوا تو مال روڈ پر ان کا مجسمہ نصب تھا جسے جذباتی نوجوانوں نے توڑ ڈالا تو مظاہرہ کے دوران لاٹھی چارج میں زخمی ہونے والوں کی گنگا رام ہسپتال سے ہی مرہم پٹی کی گئی اسی طرح چند سال قبل بابری مسجد کے واقع کے بعد راوی روڈ کے علاقے میں ان کی سمادھی کو بھی توڑ دیا گیا جسے بعد ازاں حکومتی اداروں نے چار دیواری کر کے تعمیر تو کر دیا لیکن اس کئی کنال زمین پر واقع سمادھی کے کسی بھی حصے پر سر گنگا رام یا عمارت کے قائم ہونے کا ذکر تک نہیں ہے نہ ہی وہاں کوئی کتبہ وغیرہ لگایا گیا ہے ایک کمرے میں ایک سپارٹ چوکور ''تھڑا'' بنا دیا گیا ہے اندر اسی کمرے میں ایک ٹوٹی پھوٹی چار پائی پڑی ہے کمرے کے اوپر گنبد بنایا گیا ہے۔ اس کے چاروں طرف پلاٹ خالی ہے۔ جہاں آبادی کے بچے کھیلتے ہیں اور بزرگ وہاں بیٹھ کر خوش گپیاں کرتے نظر آتے ہیں۔ دائیں طرف ایک کونے میں بہادر علی شاہ نامی بزرگ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ 1968ء سے رہائش پذیر ہے وہ ہندو اوقاف کے محکمے کا ملازم نہیں ہے اس نے بتایا کہ اس نے اوقاف کے ایک آفیسر خرم کو اپنی نوکری کے لئے درخواست دی ہوئی ہے اور امید ہے کہ اسے جلد ہی نوکری مل جائے گی۔ اس نے بتایا کہ سمادھی کے ء لئے اوقاف کی طرف سے عقیل نامی ایک چوکیدار بھی مقرر ہے جو صبح آتا ہے اور دوپہر کے بعد واپس چلا جاتا ہے اس نے بتایا کہ اکثر یہاں ہندوؤں اور انگریزوں کے وفود آتے ہیں اور بات چیت کر کے اور تصاویر اتار کر لے جاتے ہیں۔

☆☆☆☆

وادی بلتستان

مریم باجوہ

وادی سکردو خوبصورت مناظر اور بلند و بالا پہاڑوں کی سر زمین ہے۔یہاں کا خوبصورت مقام شنگریلا ہے جسے Heawanon Earth بھی کہا جاتا ہے۔ایک مصنوعی جھیل پر بنایا گیا ہے جسے لوئر کچورا کہا جاتا ہے۔اصل اور قدرتی جھیل اپر کچورا ہے جو لوئر کچورا کی جھیل سے زیادہ صاف اور زیادہ خوبصورت ہے۔ جھیل پر پہنچنے کے لئے آپ کو کافی نیچے پہاڑوں میں اتر نا پڑتا ہے۔اس کے دو راستے ہیں اور دونوں رستوں پر راستوران ہیں یعنی آپ کو ریستوران سے گزر کر نیچے جانا پڑتا ہے۔ خوبصورت ہر ے شفاف پانیوں والی میں کشتی رانی کا بندوبست بھی ہے۔

اگلے دن شنگریلا کی ایک بے حد چمکیلی صبح کا نظارہ اور مزید ارناشتے کے بعد ہم وادی شگر کے سفر کے لئے تیار ہیں جو کہ سکردو سے تقریباً دو گھنٹے کے فاصلے پر ہے۔حال ہی میں بنائی گئی ایک عمدہ سڑک آپ کی سیر کا لطف دوبالا کر دیتی ہے۔شگر دریا کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ہم ایک بے حد وسیع لینڈ سکیپ میں پہنچ جاتے ہیں۔ وادی میں تیز لیکن خوش گوار ٹھنڈک لئے ہوا چل رہی ہوتی ہے۔وادی شگر میں دیکھنے کے لائق شگر کے راجہ کا محل، حال میں ملنے والے بدھ دور کے کچھ کھنڈرات اور شگر بازار میں واقع ایک پرانی مسجد ہے۔ہماری منزل مقصود راجہ شگر کا محل تھا۔ایک تیز وتند نالے کے کنارے بنے ہوئے محل کے اندر کی حالت اچھی ہے جس کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ راجہ کا یہ محل اب سرینا ہوٹل والوں کی ملکیت ہے جنہوں نے اس کی ضروری مرمت اور آرائش کے بعد کچھ حصے کو ہوٹل کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا ہے ۔شگر کے چند سو سال پرانے قلعے کے کھنڈرات آج بھی محل کے اوپر والے پہاڑ پر پائے جاتے ہیں۔راجہ کی خوابگاہ کو ایک وی آئی پی روم کا درجہ دیتے ہوئے اس کا کرایہ دس ہزار روپے ایک رات کے لئے وصول کیا جارہا ہے۔محل کے کچھ کمروں کو میوزیم کا درجہ دے کر اس میں اس دور کے استعمال ہونے والے ظروف اور ہتھیار رکھے گئے ہیں۔جدید ترین فائر الارم سسٹم اور فواروں کے ساتھ چھ سو سال قدیم یہ محل اب نئی آب وتاب کے ساتھ سیاحوں کو متوجہ کرتا ہے۔محل کے باغات میں چیری کے درخت ہیں جن پر لگی سرخ سرخ چیریاں چھوٹے بڑوں کا دل لبھاتی ہیں مگر ان کو ہاتھ لگانا سختی سے منع ہے کیونکہ اب یہ درخت سیرینا ہوٹل کی ملکیت ہیں۔محل کے احاطے میں موجود تالاب پر ایک بلتی کی لکڑی کی بنی ہوئی بارہ دری ہے۔جس میں راجاؤں کی پچھلی نسل کی کچھ تصاویر بھی لگی ہوئی ہیں۔شگر کی خاص چیز یہاں کے زہر موہرہ پتھر ہیں جن سے بنی ہوئی کئی چیزیں محل کی سوینئیر شاپ سے مل رہی تھیں۔

واپسی کے سفر میں وادی شگر کی وسعتوں میں لپٹی ہوئی خالی سڑک پر کچھ فاصلے کے لئے چہل قدمی کرتے ہوئے وادی کے حسن اور خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے شام ڈھلے ہم سکردو لوٹ آتے ہیں۔

دیوسائی ، دیوسائی ، دیوسائی سکردو

میں آمد کے پہلے دن سے لے کر ابھی تک ہم صرف یہ لفظ سن رہے تھے۔ دیوسائی سے ہماری واقفیت صرف مستنصر حسین تارڑ کے سفرناموں کی حد تک تھی مگر آج حقیقتاً ہم دیوسائی جا رہے تھے جس کا راستہ بہت پرخطر ہے۔ جہاں راستے میں بہت سے پھول کھلتے ہیں اور جو بڑا پانی اور کالا پانی کی سرزمین ہے جس کو دوپہر سے پہلے ہم نے عبور کرنا ہے کیونکہ اس کے بعد نالے کا برفیلا پانی اسے ناقابل عبور بنا دیتا ہے۔ یہ دنیا کے بلند میدان ہیں جن کی بلندی چار ہزار میٹر تک ہے اور یہ جنوب کی طرف مقبوضہ کشمیر سے جا ملتے ہیں یہاں کے میدانوں میں برفانی ریچھ بھی ملتے ہیں اور یہاں کے یخ پانیوں میں بہت عمدہ قسم کی ٹراؤٹ مچھلی پائی جاتین ہے۔ دیوسائی تک کا راستہ صدپارہ جھیل سے اور صدر پارہ گاؤں سے شروع ہوتا ہے۔ صد پارہ جھیل تک تو سڑک موجود ہے مگر اس کے بعد دیوسائی تک یہ صرف جیپ کا ٹریک ہے اور ٹریک بھی ایسا کہ ہر موڑ پر روح کھینچ کر آنکھوں میں آجاتی ہے اور سفر کے آخر تک ہم جیسی کمزور دل خواتین لاتعداد مرتبہ آیت الکرسی کا ورد کر چکی ہوتی ہیں۔ کہنے کو دیوسائی سکردو سے صرف 35 میل دور ہے مگر یہ 35 میل اڑھائی تین گھنٹے پر محیط ہو سکتے ہیں آپ کے وہاں تک باحفاظت پہنچنے کا دار مدار بہت حد تک موسم پر ہوتا ہے کیونکہ دیوسائی تک آپ جون سے ستمبر تک سفر کر سکتے ہیں۔ جون، جولائی میں دیوسائی کی برف پگھل جاتی ہے اور یہ میدان گھاس اور پھولوں سے ڈھک جاتے ہیں اور ان کے سینے پر لاتعداد چھوٹی چھوٹی ندیاں رواں ہو کر جنت ارضی کا سماں پیش کرتی ہیں۔

بالآخر اڑھائی گھنٹے کے ایک پر مشقت سفر کے بعد ہمیں جیپ کے ڈرائیور نے یہ نوید سنائی کہ بس صاحب اگلے موڑ کے بعد آپ کو دیوسائی کا ٹاپ نظر آجائے گا اور ہمیں دیوسائی ٹاپ نظر آگیا ایک خوبصورت نہ بھلا دینے والا منظر کچھ کچھ ہلکی برف سے ڈھکی سرسبز پہاڑیاں اور حد نظر تک پھیلے ہوئے میدان۔ وہیں پر ایک چھوٹی سی چوکی پر لہراتا پاکستانی پرچم اس خطۂ ارضی کی ملکیت کا اعلان کر رہا ہے کہ آپ دیوسائی نیشنل پارک میں داخل ہو رہے ہیں جو کہ بھورے ریچھوں اور ٹراؤٹ مچھلیوں کا محفوظ علاقہ ہے لیکن خیال رہے کہ کسی بھی قسم کا شکار یہاں ممنوع اور غیر قانونی ہے۔ گزشتہ اڑھائی گھنٹوں سے جیپ میں قید مسافر بھی باہر نکلنے کے لئے اصرار کر رہے ہیں وہ ان میدانوں میں دوڑنا چاہتے ہیں۔ ٹھنڈے پانیوں میں پاؤں ڈبونا اور پھولوں کو چھونا چاہتے ہیں۔ عوام کے پرزور اصرار پر ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے پڑاؤ ہوتا ہے۔ ہوا میں ایک خوشگوار سی ٹھنڈک ہے جو کہ پنجاب کی گرمی سے جھلسے ہوئے بدنوں کو بہت خوشگوار لگ رہی ہے۔ پانی میں اترنے کے شوقین حضرات جوتے اتار کر تیزی سے ندی میں پاؤں رکھتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ تیزی سے باہر نکالتے ہیں کیونکہ یہ ندی پگھلی ہوئی برف سے وجود میں آئی ہے اور برف سے زیادہ ٹھنڈا پانی ہے جس میں آپ ایک منٹ س زیادہ کھڑے نہیں ہو سکتے۔ اب ہماری منزل بڑا پانی ہے۔ جس کے مقام پر لکڑی کا ایک جھولتا ہوا پل عبور کر کے ہم جھیل شیوسر کی طرف رواں دواں ہیں۔ جھیل شیوسر دیوسائی کی خوبصورت ترین جھیلوں میں سے ایک ہے۔ جس کے شفاف پانی میں پہاڑ اور بادل اپنا عکس پیش کرتے ہیں مزید ڈیڑھ گھنٹے کے سفر کے بعد ہم جھیل شیوسر پہنچ جاتے ہیں۔ گزشتہ چار گھنٹوں سے ہمیں اپنی جیپوں کے علاوہ کوئی دوسری سواری دیوسائی میں نظر نہیں آتی تھی۔ اونچے نیچے سنسان راستے پر سفر کرتے ہوئے آپ کو کائنات کی لامحدود وسعتوں کا عجیب احساس ہوتا ہے۔ شیوسر پہنچ کر دیکھا تو ہم سے بھی زیادہ جی دار لوگ وہاں تین چار جیپوں میں پہنچے ہوئے تھے۔ جھیل کے ایک طرف چھوٹی سی پہاڑی جون کے آخری ہفتے تک برفی سے ڈھکی ہوئی ہے اور بچے بڑے سب برف کے کھیل سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جھیل کے اردگرد کی زمین دلدلی مگر سبزے اور پھولوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ شیوسر جھیل ابھی تک آلودگی سے پاک ہے اس جھیل کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا

ہے کہ اگر اس کا حسن نہ دیکھتے تو یقیناً ہم دیوسائی کی خوبصورتی سے پوری طرح لطف اندوز نہ ہو پاتے۔ واپسی پر بڑا پانی کے کنارے ہمارے لئے دوپہر کے کھانے کا اہتمام تھا۔ باربی کیو ٹراوٹ، تلی مرغی، سندھڑی آم اور سکردو کی سرخ چیریوں نے ہمارے اس کھانے کو یادگار بنادیا۔ یہیں پر محکمہ جنگلی حیات کا کیمپ بھی ہے جو کہ دیوسائی نیشنل پارک میں جنگلی ریچھوں اور ٹراوٹ مچھلی کی حفاظت و بقا پر دنیا کے ان بلند ترین میدانوں میں مامور ہیں۔ کیونکہ بعض سنگدل شکاری ٹراوٹ مچھلی سے بھری ان ندیوں اور نالوں میں ڈائنامائٹ سے ان معصوم مچھلیوں کا شکار کرتے بھی ملتے ہیں۔ اپنی آنکھوں کو دیوسائی اور شیوسر کی خوبصورتیوں اور اپنی روح کو صاف شفاف آلودگی سے پاک ہوا سے سیراب کرنے کے بعد شام ڈھلے ہم سکردو واپس پہنچ جاتے ہیں۔ سکردو کے قابل دید مقامات میں ایک جھیل سدپارہ بھی ہے جو کہ سکردہ شہر سے 10 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ سدپارہ تک ایک اچھی سڑک بنی ہوئی ہے مگر جھیل تک پہنچنے کے لئے صرف جیپ کا ہی راستہ ہے سدپارہ جھیل جس کا پانی سورج کی روشنی میں سونے کی طرح چمکتا ہے اور جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے پانیوں میں سونے کی آمیزش ہے بلتستان کی بڑی جھیلوں میں سے ایک ہے۔ دیوسائی سے آنے والے کئی تنز و تند نالے اس جھیل کو سیراب کرتے ہیں۔ آج کل اس پر سدپارہ ڈیم کی تعمیر بہت تیزی سے جاری ہے۔ جس کے مکمل ہونے کے بعد بلتستان میں بجلی کی کمی پر قابو پایا جاسکے گا۔ ڈیم کی تعمیر کے لئے سدپارہ جھیل پر بند باندھ کر اس کا لیول بلند کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے جھیل پر واقع PTDC ہوٹل کے رہائشی کمرے جھیل برد ہو چکے ہیں۔

اگلے دن ہم دوبارہ علی الصباح تیار ہو کر سکردو پہنچ جاتے ہیں دوپہر تک کا وقت آس و نراس میں گزرتا ہے جہاز آرہا ہے یا نہیں آرہا ہے۔ پنڈی میں موسم صاف ہے سکردو کی وادی دھوپ سے چمکتی ہے پھر جہاز کے اڑنے میں کیا رکاوٹ ہے یہ خدا بہتر جانتا ہے یا پی آئی اے کی انتظامیہ آخر کار خوشخبری ملتی ہے جہاز آرہا ہے پنڈی سے ٹیک آف ہوگیا ہے۔ چار بجے تک پہنچ جائے گا سننے والوں نے کہا آج تک تو اس وقت کبھی فلائٹ نہیں آئی۔ پی آئی اے کے ایک جیالے کپتان نے اس کے باوجود یہاں آنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ پوری وادی شدید آندھی کی زد میں ہے اپنی بے چینی اور خوف کو دبائے ہم اپنا سامان چیک ان کروا رہے ہیں بچے واپسی کی خوشی میں چہک رہے ہیں کیونکہ اب وہ پہاڑوں کو اور انجوائے نہیں کرسکتے۔ انہوں نے بہت دیر سے کارٹون نیٹ ورک نہیں دیکھا اور انہوں نے واپسی پر پنڈی میں پیزا بھی کھانا ہے۔ پھر جہاز آتا ہے رن وے پر دوڑتا ہوا دوسری طرف جاتا ہے اس کے پہیئے ہوا میں بلند ہوتے ہیں اور جہاز کا رخ واپس اسلام آباد کی طرف ہے۔

جین مت مندر: ثقافتی و تاریخی ورثہ کی تباہی

منیر احمد راجپوت

سندھ کے شہر نگر پارکر کے جین مت مندر ہمارا ثقافتی اور تاریخی ورثہ ہیں جنہیں ایک سازش کے تحت تباہ و برباد کیا جا رہا ہے۔ بدھ مت کی طرح جین مت کا شمار بھی برصغیر کی اصلاحی تحریکوں میں ہوتا ہے جس نے ہندومت سے علیحدہ ہو کر اپنی الگ شناخت بنائی۔ جین مت لفظ جینا سے نکلا ہے اس کے پیروکار عدم تشدد پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کا پیغام محبت، امن و آشتی ہے۔ اس مذہب سے وابستگی کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی کامیابی زندگی کے مصائب پر قابو پانے میں ہے۔ یہ دولت کے ارتقا کے خلاف ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ہندومت کے نچلے طبقے جین مت سے بہت متاثر ہوئے۔ وہ ہندومت سے تائب ہو کر جین مت میں آگئے۔ ان کے اس اقدام سے سرمایہ دارانہ نظام کو خطرہ پیدا ہوا۔ استعماری نظام نے بغاوت کی بو محسوس کرتے ہوئے خاموشی سے دنیا میں جین مندروں کا انہدام شروع کر دیا۔ اس ضمن میں لاہور بھی اس وقت جین مندر مسمار کیا گیا جب بھارت میں انتہا پسند ہندوؤں نے بابری مسجد شہید کی۔ لاہور میں جین مندر کی مسماری کے موقع پر جو شخص بپھرے ہوئے جلوس کی قیادت کر رہا تھا وہ بلڈوزر پر سوار ایک لمبی داڑھی والا مولوی تھا۔

اس وقوعہ کی خبریں اور بلڈوزر پر سوار مولوی کی تصویر اس وقت کے اخبارات میں نمایاں طور پر شائع ہوئی تھیں۔ وہ مولوی یقیناً کسی ایجنسی کا آدمی تھا کیونکہ مولویوں کو مدرسوں میں بلڈوزر چلانے کی تربیت نہیں دی جاتی۔ پاکستان میں لاہور کے علاوہ دیگر شہروں میں آج بھی جین مت مندر قائم ہیں ان میں سے بیشتر کی حالت انتہائی مخدوش ہو چکی ہے۔

سندھ کے شہر نگر پارکر میں جین مت کے چھ مندر ہیں۔ چودھویں صدی میں ان مندروں کو علاقے کے بااثر سوڈی راجپوتوں نے بنوایا۔ ان مندروں میں سے ایک نگر پارکر کے مین بازار میں واقع ہے جبکہ تین بودھیسر، گوری اور ایک ویرواہ میں واقع ہے۔

گوری مندر کو چھوڑ کر باقی مندروں کا تعلق مہاویر کے دور سے ہے۔ اس لئے یہ بات باعث حیرت نہیں کہ اس دور میں نگر پارکر اور پری نگر میں مہاویر کی تعلیمات رائج تھیں۔

لارڈ مہاویر 599 قبل مسیح میں بہار کے ایک شاہی خاندان میں پیدا ہوئے۔ 30 سال کی عمر میں اس شہزادے نے تمام دنیاوی عیش و عشرت کو خیر باد کہتے ہوئے راہبانہ زندگی اختیار کر لی۔

جین مت کے ان چھ مندروں میں سے پانچ انتہائی مخدوش حالت میں کھنڈرات کا منظر پیش کرتے ہیں۔ صرف ویرواہ کا مندر تا حال اصل حالت میں قائم ہے۔ ویرواہ نگر پار کر سے 24 کلو میٹر اور شمال کی طرف ہے جو پری نگر شہر کی قدیم بندرگاہ کے قریب واقع ہے اور بارھویں صدی عیسوی میں یہ ایک عظیم شہر تھا۔ سمندر کے ذریعے پری نگر کے لنکا، کچ بج اور ساٹرا کے ساتھ تجارتی روابط تھے۔ جین مت سے تعلق رکھنے والے تاجر شہر کی تجارت پر چھائے ہوئے تھے۔ 1850ء کے برطانوی اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ ایس ای ریکس کے

مطابق عیسوی صدی کے اوائل میں پری نگر 40000 کی آبادی کا ایک بڑا شہر تھا۔تاریخ دان اور ماہرین آثار قدیمہ اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ 1226ء تک پری نگر ایک آباد شہر تھا جو کسی زلزلے یا دہلی کے حکمرانوں کے حملوں کے باعث تباہی کا شکار ہوا۔

1856ء میں اپنے سفر کے دوران ایس ای ریکس نے ہی نگر پار کر کے جین مندروں کے آثار کی نشاندہی کی ۔یہ مندر جین مت کے سوتمبر افرقے کے تھے اور تمام سفید سنگ مرمر سے تعمیر کئے گئے تھے۔ ان مندر وں میں موجود بتوں اور تصاویر کو اصل حالت میں دیکھ کر اس کے ماضی کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مندر کے صدر دروازے کے ستونوں پر بنائے گئے دلفریب نقوش آج بھی اپنی اصل حالت میں ہیں جو اس مندر کے آرکیٹکٹ کے جمالیاتی ذوق کے آئینہ دار ہیں۔

وقت کے دھارے نے مندر کے متاثر کن نقوش کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔دیوی کی مورتی کے خانے کو شاید دانستہ خراب کیا گیا ہے۔ جین مت کے دوسرے 24 نقوش بھی بڑی حد تک وقت کے ہاتھوں متاثر ہوئے ہیں۔مہاویر کی کچھ پینٹنگز کے نشانات قریباً مٹ چکے ہیں ۔ دوسرے مندروں کے آثار کا جہاں تک تعلق ہے تو ان میں اکثر وہاں سے غائب ہو چکے ہیں جو شاید غیر ممالک میں فروخت کر دیئے گئے ۔مہاو مندروں کی کچھ پینٹنگز اور مورتیاں وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ دو سال قبل دیر واہ نگر پار کر شاہراہ کی تعمیر کے وقت جین دور کی تیس سے زائد مورتیاں کھدائی کے دوران برآمد ہوئیں۔اِن میں سے کچھ مورتیاں رینجرز نے قبضے میں لے لیں جبکہ باقی مورتیوں کو عمرکوٹ کے میوزیم میں رکھ دیا گیا۔

تقسیم کے بعد جین مت سے تعلق رکھنے والوں کی بڑی اکثریت بھارت منتقل ہوگئی جس کے ساتھ ہی مورتیوں اور نقوش کی بڑی مقداران کے ساتھ یہاں سے منتقل ہوگئی۔جو قلیل تعداد پاکستان میں بچ گئی وہ جنگ کے بعد 72ء میں بھارت چلی گئی۔آج نگر پار کر میں جین مت کا ایک بھی نام لیوانہیں۔چند خاندان جو بچ گئے انہوں نے بعد ازاں اسلام قبول کرلیا۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ حکام کو جین مت کے اس تاریخی ورثے کو نظر انداز کر دینا چاہیے کیونکہ یہ صرف جین مت کا نہیں بلکہ ہمارے اس خطے کا اجتماعی تاریخی ورثہ ہے۔

☆☆☆☆

اُردو ہم سے سوال کرتی ہے

رشید احمد رشید تراپ

اردو زبان ہماری پہچان ہے۔ یہ ہماری ثقافت اور مذہبی اقدار کی امین ہے۔ یہ شمال میں درّہ خیبر سے جنوب میں کراچی تک بولی، سمجھی، لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ مختلف ادوار میں اس کے مختلف نام رکھے گئے مثلاً ہندی، ہندوی، ہندوستانی، ریختہ وغیرہ۔ یہاں مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کا ایک شعر یاد آ رہا ہے۔

ریختہ کے تمہی استاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

لفظ اردو کے لفظی معنی ''لشکر'' کے ہیں۔ اردو کو زبان کے معنوں میں سب سے پہلے محمد عطا حسین خان تحسین نے ''نوطرز مرصّع'' میں استعمال کیا، بعد ازاں میر امّن دہلوی نے اپنی داستان ''باغ و بہار'' میں استعمال کیا۔ یہ ایک طرح کی مخلوط زبان ہے جو ہندوستان میں آنے والے مسلم فاتحین اور ان کے ساتھ آنے والی افواج نیز مبلغین اسلام کے مقامی لوگوں کے ساتھ راہ و رسم کے نتیجے میں وجود میں آئی۔ عربی کا مقامی زبان میں اختلاط محمد بن قاسم کی سندھ کے راستے علاقہ میں داخل ہو کر فتوحات کے سلسلہ سے ہوا اور محمود غزنوی اور شمالی راستوں سے آنے والے دیگر فاتحین کے آنے کی وجہ سے فارسی بھی اس میں شامل ہوتی گئی۔ جب دلّی اسلامی حکومتوں کا مرکز بنا تو مقامی باشندوں کے ساتھ میل جول زیادہ بڑھنے لگا اور اس طرح اردو زبان کو فروغ کے وسیع مواقع نصیب ہوئے۔ بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت امیر خسروؒ اور دیگر بزرگان دین نے اس نئی زبان میں نظم کا آغاز کیا، لیکن جب محمد بن تغلق نے دہلی کو خالی کرا کے (دولت آباد) دکن کو آباد کیا تو اس زبان کو ترقی کی ایسی فضا نصیب ہوئی جو اس سے قبل کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ بعض محققین نے حضرت سید محمد خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف ''معراج العاشقین'' کو اس زمانے کی سب سے پہلی کتاب بتایا ہے۔ حضرت موصوف کی دیگر بہت سی کتب بھی اردو میں ہیں۔

اردو نے برصغیر میں مسلمانوں کی آمد سے جنم لیا اسی لئے ہم ہمیشہ اسے اپنا ورثہ تسلیم کرتے رہے۔ اگرچہ اردو کی ترویج کے دور میں اور بعد میں جب اسے تحفظ کی ضرورت پڑی معدد دے چند ہندو مصنفین اور بعض انگریز حضرات نے بھی اردو کے مقاصد میں معاونت کی لیکن چونکہ اس کی ابتدا مسلمانوں کے بزرگان، صوفیائے کرام اور مسلمانوں کے ادیبوں اور شاعروں کے ذریعے ہوئی اس لئے اس کے تحفظ کی ذمہ داری مسلمانوں کے حصہ میں رہی۔ برصغیر پر مسلمان حکمرانوں کے دورِ حکومت میں، جو لگ بھگ ایک ہزار سال تک قائم رہا، قرآن مجید کے تراجم، تفسیر، احادیث کے تراجم، فقہ اور علم الکلام پر اردو میں تصانیف، سیرت کی مختلف کتب اور تاریخ کی مستند کتب تصنیف ہوئیں، خاندانِ مغلیہ کے دور

حکومت میں حکمرانوں کی سرپرستی اور علم وفن کی قدردانی کے سبب تصنیف وتالیف کا کام سب سے زیادہ ہوا اور قدیم اسلامی علوم کے فارسی اور عربی سے اردو میں تراجم ہوئے۔ اس طرح علم وادب کا عظیم سرمایہ مسلمانوں کے ہاتھوں قومی وملّی ورثہ کے طور پر جمع کیا گیا۔

تحریک پاکستان کے دوران اردو ہندی قضیہ کا اٹھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہندو اس زبان کو مسلمانوں کی میراث سمجھتے تھے اور وہ اس سوچ میں حق بجانب تھے، یہ تنازع تحریک پاکستان کی ایک الگ بات ہے، لیکن اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں، صرف اتنا کہنا لازم آتا ہے کہ حصولِ پاکستان کی تحریک میں دیگر محرکات کے ساتھ اردو ہندی تنازع بھی ایک محرک تھا۔ پھر یہ کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح، ان کے دستِ راست اور وطن عزیز کے پہلے وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان اور دیگر مسلم رہنماؤں کی اردو سے دلچسپی اور اردو کو قومی زبان کی حیثیت دینے اور اردو کے تحفظ کو پاکستانی قوم کا فریضہ قرار دینے کے فیصلوں کے بعد اردو کو برصغیر کے مسلمانوں کی میراث سمجھا جانے لگا۔ ابتدا میں مسلمانوں نے اردو کو اپنا نصب العین قرار دیا لیکن بعد میں جذبہ ماند پڑتا گیا۔

بانی پاکستان حضرت قائداعظم نے ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کو بیان دیتے ہوئے یکم جولائی 1943ء کو فرمایا تھا۔

''ہم مسلمان اپنی تابندہ تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے ایک قوم ہیں، زبان ادب، فنون لطیفہ، فن تعمیر، نام ونسب، شعور اقدار وتناسب، قانون واخلاق، رسم ورواج، تاریخ وروایات اور رجحان ومقاصد ہر ایک لحاظ سے ہمارا اپنا انفرادی زاویۂ نگاہ اور فلسفۂ حیات ہے، بین الاقوامی قانون کی ہر تعریف ہماری قومیت کو سلامی دینے کو تیار ہے''۔ قائد کے اس طرح کے بہت سے بیانات قابل غور ہیں جن کا ایک ایک حرف ہمیں درسِ حریت پسندی دیتا ہے، وطن عزیز کے چپے چپے کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے اور اس کی سبھی اقدار کو تادیر قائم رکھنا ہمارا قومی فریضہ ہے۔

برطانیہ کے برصغیر کے علاقوں پر استعماری تسلّط کے دوران انگریزوں نے اردو کو سمجھنے اور لکھنے کے لئے اپنی اختراعی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے انگریزی حروف میں اردو زبان کو لکھوایا جسے ''رومن اردو'' کہتے ہیں، یہ سلسلہ انگریزوں کی آسانی کا باعث ہوا کہ انہیں اردو کے حروف تہجی سیکھے بغیر اردو لکھنا اور پڑھنا آ گیا لیکن یہ سلسلہ ان کے جانے کے ساتھ ہی ختم ہوگیا۔ جہاں تک اردو کی ترویج واشاعت اور اردو میں دیگر زبانوں کے علوم کے تراجم کا تعلق ہے تو اس ضمن میں فورٹ ولیم کالج کی مثال سب سے نمایاں ہے جو انگریزوں کی سرپرستی میں چلنے والا ایسا ادارہ تھا جو اردو کے بہت سے کاموں میں معاون ثابت ہوا۔

اس پس منظر کے بعد ہم اردو کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ اردو زبان جس نے ہمیں اتنا بہت کچھ عطا کیا، آج ہماری طرف سے بے اعتنائی کا شکار ہونے پر بُری طرح نالاں ہے۔ یہ بات درست ہے کہ انگریزوں نے یہاں بہت سے ترقیاتی کام کیے، وہ ملکی وسائل کو نہایت دانشمندی اور مہارت کاری سے کام میں لائے۔ دراصل ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اس سادہ لوح قوم میں سرسید احمد خانؒ، علامہ اقبالؒ، محمد علی جوہرؒ اور قائداعظمؒ جیسے لوگ پیدا ہو کر انہیں اس قدر جلد یہاں سے نکال بھگائیں گے۔ وہ تو یہاں ہمیشہ رہنے کے زعم میں تھے

اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کامل منصوبہ بندی سے ترقیاتی کام کیے، مثلاً ریلوں کے نظام پر نظر ڈالیے، ملک بھر میں ریلوں کا جال بچھا دیا، زبان کا ریلوں سے کیا تعلق؟ جی نہیں، میں اپنی پٹڑی سے نہیں اُترا۔ بہت سے قارئین کو اچھی طرح سے یاد ہو گا کہ ریلوے اسٹیشنوں پر اُس دَور میں دو طرح اسٹیشنوں کے نام اور دیگر سائن بورڈ، نرخنامہ، کرایہ نامہ، اوقات آمد و روانگی وغیرہ لکھے جاتے تھے، مقامی زبانوں، ہندی، اردو، بنگالی، گجراتی، سندھی وغیرہ میں اور انگریزی میں، اب بھی پاکستان ریلوے میں اردو اور انگریزی، اردو سندھی اور انگریزی، اردو پشتو اور انگریزی وغیرہ ایک ہی سطح پر اکٹھے لکھے جاتے ہیں، یہ اگرچہ مناسب اقدام ہے لیکن اس کے باوجود اردو ہم سے سوال کرتی ہے کہ کیا چین، فرانس، جرمنی، ترکی وغیرہ میں بھی مقامی علاقائی زبانوں کے ساتھ انگریزی کو جوڑنا اسی طرح ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔ کہیں کہیں ایسا ضرور ہوتا ہو گا تاہم ہر جگہ یہ صورت حال نہیں ہے، ہمارے ہاں جس طرح کھلے بندوں انگریزی کی برتری کو اپنایا جاتا ہے شاید یہ ستم ظریفی کہیں بھی نہ ہو گی۔

حکیم محمد سعید شہید ''انگریزی ذریعہ تعلیم کے تہذیبی نقصانات'' کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''ایک غیر زبان سیکھنے کے اثرات زندگی کے تین پہلوؤں پر محیط ہوتے ہیں، جمالیاتی پہلو، ساجی پہلو اور معنوی پہلو، .... من حیث المجموع انگریزی ادب کا جمالیاتی پہلو اللہ کے بارے میں اسلام کے عقائد اور زندگی کے بارے میں اسلام کے آداب سے متصادم ہے .... انگریزی کے جمالیاتی عنصر میں دہریت اور مادیت کا پہلو زیادہ اجاگر ہوا ہے اور پھر ستم ظریفی یہ ہے کہ اسے دُنیا کا بہترین ادب کہہ کر پیش کیا جاتا ہے اور مسلمان طلباء کے عقائد کو متزلزل کیا جاتا ہے .... یہی تصور ہماری ذہنی غلامی کا باعث بنا ہے'' (اخبار اردو اکتوبر ۲۰۰۰ء)۔

ان حالات میں اردو زبان ہم سے سوال کرتی ہے کہ جب انگریز یہاں حاکم تھے تو انگریزی زبان سرکاری سکولوں میں چھٹی جماعت سے لازمی تھی اور ساتھ میں مسلمانوں کی سابقہ سرکاری اور دفتری زبان فارسی، جو اردو دانی میں بہت زیادہ ممد و معاون تھی، بطور اختیاری مضمون مرّوج تھی اور اب جبکہ حکومت بھی مسلمانوں کی اپنی ہے اور وطن بھی اپنا تو انگریزی کو جماعت اوّل سے لازمی قرار دے کر اردو پر کیا احسان کیا جا رہا ہے؟

استعماری حکومت نے اپنے برسرِ اقتدار آنے کے تقریباً اسّی سال بعد ۱۸۳۵ء میں انگریزی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دیا، بایں ہمہ وہ اردو کی سرپرستی میں بھی، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، حصہ لیتے رہے، اردو زبان میں انگریزوں کی دلچسپی کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ سابقہ مسلم دورِ اقتدار کی سرکاری زبان فارسی کا اثر و نفوذ ختم کرنا چاہتے تھے نیز یہ کہ وہ اپنے طور پر اس قوم کی باطنی کمزوریوں سے ہر وقت باخبر رہنا چاہتے تھے جن سے انہوں نے اقتدار چھینا تھا اب اردو ہم سے سوال کرتی ہے کہ اقتدار ہاتھ میں آنے کے بعد پاکستانی قوم نے اردو کو نقصان پہنچانے کے لیے آزادی کے پچاس سال پورے نہ ہونے دیے اور معصوم ذہنوں پر انگریزی مسلط کر دی اور صرف پچیس سال بعد فارسی کو سکول بدری کا پروانہ دے دیا، یہ سب کن آقاؤں کی خوشنودی کے لیے ہو رہا ہے؟

اردو کسی مخصوص علاقے یا صوبے کی زبان نہیں یہ برصغیر میں بولی اور سمجھی

جانے والی سب سے بڑی زبان ہے۔ یہ اعزاز اردو کے علاوہ برصغیر کی کسی دوسری زبان کو حاصل نہیں کہ اتنے قلیل عرصہ میں اس نے نشوونما کے مراحل طے کئے اور اب یہ برصغیر کی سرحدوں سے بہت آگے اپنی اہمیت کا سکہ منوانے لگی ہے، پاکستان کا جہاں تک معاملہ ہے تو یہ اس خطۂ ارضی کی قومی زبان ہے، اس سے کہیں زیادہ لوگ ہندوستان میں اسے بولتے، سمجھتے، لکھتے اور پڑھتے ہیں، بھارت کی پچھتر یونیورسٹیوں میں پوسٹ گریجوایٹ سطح پر اردو کی تعلیم دی جارہی ہے اور ہر صوبے کی بڑی بڑی یونیورسٹی میں اردو کے شعبے قائم ہیں، اور اردو میں اس قدر ادب لکھا جارہا ہے جو لائق اطمینان ہے۔ یہاں اردو ہم سے سوال کررہی ہے کہ پاکستان میں نئی نسل کو اردو سے دور کرنے کی جو ٹھوس کوششیں ہورہی ہیں کیا ''یہ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے'' کی مثال نہیں؟

ہمارے ہاں ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں خاص طور پر ایف ایم کی نشریات میں اردو کے ساتھ منصفانہ سلوک نہیں کیا جاتا، اردو اور انگریزی کے مشترکہ الفاظ سے ایسے بے ہنگم فقرے سننے کو ملتے ہیں کہ ندامت سے آنکھیں بھیگنے کو آجاتی ہیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

الف۔ اب ہم اپنے لسنرز کو اپنے نیکسٹ پروگرام میں ویلکم کرتے ہیں، آؤ شیئر کریں۔

ب۔ اس وقت آپ کو آپ کی نئی اناؤنسر..... گڈ مارننگ کہتی ہے۔

ج۔ تھوڑی دیر میں آپ کرنٹ نیوز بلٹن ساعت کریں گے پہلے چھوٹا سا انٹرول۔

د۔ میں آپ کو پہلی عید کی خوشیاں وش کرتی ہوں ہرٹی گریٹنگ ٹو یو۔

ھ۔ اب آپ ہمارے ہاں آئے ہوئے لوکلی سٹوڈنٹس سے بہت پیارے پیارے سانگ سنیں گے۔

د۔ ایک بیوٹی سانگ انجائے کیجیے اور اپنے گیسٹس کو انکریج کیجیے۔

اردو کا دامن وسیع ہے اور اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ یہ اپنے اندر بیرونی الفاظ کو بآسانی سمالیتی ہے لیکن اپنی کشادہ آغوش کو یہ ان الفاظ کے لیے نہیں پھیلاتی جن کے لیے اس کے پاس اپنے ہاں مروّج الفاظ و محاورات عرصۂ دراز سے موجود ہیں، لہذا وہ ہم سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ کیا اس طرح کے کھچڑی دار جملے بولنے والوں کو اپنی قابلیت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے یا وہ میرے (اردو کے) ذخیرۂ الفاظ کو اتنا محدود سمجھتے ہیں، یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ کیا دوسری زبانوں چینی، جاپانی، فرانسیسی، عربی، ڈچ اور فارسی والے بھی اپنی بول چال یا ریڈیو نشریات میں انگریزی کو اسی طرح بے ہنگم انداز میں گھسیڑتے رہتے ہیں اگر ایسی کوئی ایک آدھ مثال مل جائے تو یہ ضرور ملاحظہ کیجیے کہ کیا انگریزی والے اردو کے شیریں الفاظ کو اپنی زبان میں استعمال کرتے ہیں۔

زمانہ قدیم میں ایک عربی قبیلے کو بربر کہا جاتا تھا جو دریائے نیل کے دونوں کناروں پر آباد تھا، ساتویں صدی عیسوی کے آخر تک پورا بربری علاقہ آغوش اسلام میں آگیا، انھوں نے جوق در جوق اسلام قبول کیا اور پھر تیزی سے اس کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ ۱۰۸۶ء میں یوسف بن تاشفین نے عیسائیوں کو پے در پے شکستیں دے کر اندلس کے بہت سے حصہ پر قبضہ کر لیا۔ لیبیا میں آج کل بربر قوم کل آبادی کا چوبیس فیصد ہیں ان کی زبان عربی ہے، اس کے علاوہ تیونس، الجزائر، مراکش اور موریطانیہ میں بھی بربر خاصے تناسب میں موجود ہیں۔ لگتا ہے انگریزی دانوں نے بربرزم BARBARISM کا لفظ ایسے

ہی جذبہ سے رائج کیا جیسے برصغیر کے عظیم سپوت سلطان فتح علی ٹیپو کے نام پر اپنے پالتو کتوں کے نام ''ٹیپو'' رکھے اور اردو دانوں نے ''بربریت'' کو بربرزم کے ترجمے کے طور پر برتنا شروع کر دیا، فلاں فلاں کے لیے ''زیدبکر'' کا روز مرہ بھی ایسی ہی کسی سازش کا پیدا کردہ لگتا ہے جبکہ زید اور بکر (اگر یہ گمان محض بدگمانی نہ ہو تو) دراصل جلیل القدر صحابہ کرامؓ ، زیدؓ بن حارث اور ابوبکر صدیقؓ کے مختصر نام لگتے ہیں، اردو کا ہم سے تقاضا ہے کہ ''بربریت'' کی جگہ ''ظلم وستم'' یا ''ظلم و استبداد'' وغیرہ اور زید بکر کی جگہ ''فلاں فلاں'' اور ''وغیرہ وغیرہ'' استعمال کیے جائیں کہ ان کا ماخذ فارسی یا عربی سے آیا ہے، نیز یہ کہ ان میں دنیا کے تمام آزاد ممالک اپنی قوم کے بچوں کو ابتدائی تعلیم مادری زبان میں دیتے ہیں۔ جرمنی کئی دہائیوں تک انگریزوں کے زیر اثر رہا مگر اب بھی وہاں ذریعہ تعلیم جرمن ہی ہے، یہی حال جاپان، چین اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کا ہے، ہم نے ابتدائی تعلیم میں انگریزی کو لازمی قرار دے کر مغربی تہذیب کو دعوت دی ہے اور نونہالوں کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیا ہے نیز اردو میڈیم کی کتب میں انگریزی زبان میں ریاضی اور سائنس کی اصطلاحات کو اردو رسم خط میں لکھ کر ایک نئی پیچیدگی پیدا کر دی ہے، اس وقت میرے سامنے جماعت ششم کے ایک داخلی امتحان کا پرچہ ہے جس میں خاص طور پر درج ذیل الفاظ بُری طرح کھٹک رہے ہیں۔

سیل، نیوکلیس، ویکیول، سیلولوز، آرگن، ٹشو، سسٹم، مسلز، لینز، مرّر، یونی سیلولر، ریسپائریشن، ایلیمینٹس، کمپاؤنڈ، گروپس،

سولیوشن، سالوبل، لوڈ آرم، مکسچر اور بہت سے مزید (نمونہ لف ہے) یہاں اردو ہم سے چیخ چیخ کر فریاد کر رہی ہے کہ ان اصطلاحات کے اردو نام تو کئی دہائیاں پہلے سے درسی کتب میں رائج تھے، آج کیا مجبوری آن پڑی ہے کہ خلیفہ، مرکزہ، عضویہ، نظام، عضلات، عدسہ، آئینہ، یک خلوی، کثیر خلوی، اخراج عناصر، مرکّب، گروہ، محلول، حل پذیر، بوجھ اور آمیزہ جیسے الفاظ کو قومی زبان کے ذخیرہ سے نکالا جا رہا ہے؟

جہاں تک ہماری دستور ساز اسمبلیوں کا تعلق ہے تو اردو کو سرکاری زبان بنانے کے لیے بڑی کوششیں ہوئیں لیکن اس طرح ۱۹۵۶ء کے آئین کے مطابق اردو کے نفاذ کے لیے بیس سال کی مدت رکھی گئی۔ اسی دوران بیس سال سے پہلے ہی ملک دو لخت ہو گیا اور قومی زبان انتظارگاہ میں بحفاظت بیٹھی رہی۔ پھر ۱۹۵۹ء میں شریف کمیشن نے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کی سفارش کی لیکن ابھی تک ہم انگریزی کا عمل دخل دیکھ رہے ہیں بلکہ انگریزی کی چھاپ عہد غلامی سے بھی زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ اردو زبان کا سوال یہ ہے کہ اکسٹھ سال میں اسے اپنا جائز مقام نہ مل سکا؛

ایک دور میں اردو کو سرکاری زبان قرار دیئے جانے پر زیادہ زور دیا گیا۔ بہت سے ضلعی دفاتر میں ''اردو دفتر'' قائم ہوئے اور کچھ امید بندھی کہ اب اردو کو شاید اپنا مقام مل سکے لیکن ابھی تک تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ عدالتوں، سکولوں، کالجوں، ملوں اور فیکٹریوں، فوجی اور سول اداروں کے دفاتر غرض اکثر مقامات سے سرکاری خطوط یا دستاویزات (اسناد، ڈومیسائل، رزلٹ کارڈز) سب انگریزی میں جاری ہو رہے ہیں، پھر بھی کیا اردو زبان کو ہم سے استفسار کا حق نہیں کہ بتائیے ان اردو دفاتر میں کیا کام ہو رہا ہے؟

ایک بار (۸۰) اسی کی دہائی میں اردو کو سرکاری دفتری زبان قرار دیئے جانے کا پھر سے شور اٹھا، بہت سے مدرسوں، کالجوں اور دیگر سرکاری دفاتر میں اردو کی ٹائپ مشینیں فراہم کی گئیں، لگ بھگ پچیس سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ان سرکاری اداروں سے اردو کی خط وکتابت کا باضابطہ اجرانہ ہوسکا، اکثر دفاتر میں اردو کی یہ ٹائپ مشینیں الگ تھلگ میز پر پڑی خراب ہورہی ہیں اور دفتری عملہ انگریزی مشینوں پر دھڑا دھڑ کام کر رہا ہے۔ اردو اگر ہم سے سوال کرے کہ یہ کھلونے مجھے بہلانے کے لیے یا محض دفتروں کی سجاوٹ کے لیے رکھے گئے ہیں یا قومی دولت کو میری (اردو کی) طرح ضائع کرنے کے لیے تو ہم کیا جواب دے سکیں گے؟

اب کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا دور ہے مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے اردو ٹائپ کی ان تمام رکاوٹوں پر قابو پانے میں زبردست کامیابی حاصل کرلی ہے جو کمپیوٹر سے ٹائپ کرنے میں درپیش تھیں لیکن انگریزی سے اپنی برتری اور اردو سے اپنی کمتری کا خودساختہ حصار رکھنے والی قوم اردو رسم خط میں انگریزی الفاظ واصطلاحات لکھ کر اپنی انگریزی دانی کا بھرم رکھنے میں پوری تندہی سے مصروف عمل ہے، اُردو بیچاری ان سے کیا پوچھے؟

۲۱مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ میں پاکستان کے بانی اور پہلے گورنر جنرل قائداعظم ؒ محمد علی جناح نے فرمایا تھا ''پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہوگی اور صرف اردو اور اردو کے سوا کوئی زبان نہیں، جو کوئی آپ کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے وُہ پاکستان کا دشمن ہے، ایک مشترکہ سرکاری زبان کے بغیر کوئی قوم باہم متحد نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی کام کرسکتی ہے، ... جہاں تک پاکستان کی سرکاری زبان کا تعلق ہے، وُہ اردو ہی ہوگی۔''

قائداعظم کے اس دوٹوک فیصلہ کا ہر حرف قابل غور ہے، پھر بھی ہمیں کسی نے گمراہ کر ہی لیا، ۱۹۵۶ء میں دو سرکاری زبانوں کا فیصلہ ہوا اور اس پر بھی کیا عمل ہوا، یہ سب سوالیہ نشان ہیں؛ اب تک قائد کے فرمان کی تعمیل ادھوری ہے؟ اردو کو عالمی سطح پر ایک اہم مقام حاصل ہے۔ چین دنیا کا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہے۔ اس لیے دنیا بھر میں چینی بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد یقیناً سب زبانوں سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد انگریزی کو سمجھا تو تیسرے نمبر پر اردو بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد نمایاں نظر آتی ہے، اس حقیقت کو کئی عالمی اداروں نے تسلیم بھی کیا ہے لیکن اردو اپنی سرزمین کے ان عوام سے، جن کے آباء و اجداد نے اس کے شجر کو اپنے خون سے سیراب کیا، یہ سوال کرتی ہے کہ اگر لامحالہ اس کے ارتقائی تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہیں تو کم از کم اس کی تضحیک کے درپے نہ ہوں، ڈاکٹر سید عبداللہ، بابائے اردو مولوی عبدالحق اور اس طرح کے دیگر محسنوں کی روحوں کو اضطراب سے بچانا ضروری ہے جنھوں نے اردو کی خدمت میں زندگیاں لٹادیں۔

☆☆☆☆

حقوق ملنے کے باوجود پاکستانی عورت مظلوم ہے

عتیقہ مرزا محمد بیگ

کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔ یہاں اللہ اور ''سنت رسول'' کے پیروکار ہیں قرآن کی روشنی اگر ہر دل میں آج بس رہی ہے تو کیوں حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہو رہی ہے؟ کیوں حقوق العباد کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ حقوق اللہ تو مسلمان اللہ کے خوف سے کسی نہ کسی طرح سرانجام دے رہے ہیں۔ مگر حقوق العباد کتابوں میں نئی نسلوں کے لیے صرف امتحان کے اِک سوال کا درجہ رکھے ہوئے ہیں۔

حقوق العباد میں والدین کے حقوق، رشتے داروں کے حقوق، ہمسایوں کے حقوق بمشکل ہم پورا کر رہے ہیں وہیں ہم عورتوں کے حقوق کو مکمل نظر انداز کر دیتے ہیں، کیا اس دنیا پر عورت کا اتنا بھی حق نہیں ہے کہ وہ بھی دنیاوی کاموں میں حصہ لے سکے۔ جب اسلام میں عورت کو اِک مقام حاصل ہے تو پھر معاشرہ اِس حق کو کیوں مکمل طور پر تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ عورت جو اِک نئے گھر کو آباد کر سکتی ہے تو ملک کی تعمیر و ترقی میں بھی کارآمد ہو سکتی ہے۔

عورت اپنی جان کی پروا کیے بغیر نئی جان کو جنم دیتی ہے۔ پاکستانی ماں ذہنی اور جسمانی تکلیف برداشت کر کے ماں ہونے کا اعزاز حاصل کرتی ہے اور ایک مسلسل ذہنی تکلیف کہ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو جہیز شادی کی فکر، شادی کا خرچہ، اچھا رشتہ کیسے یہ سب ہوگا۔ اِسی سوچ کو وہ پورے نو ماہ برداشت کر رہی ہوتی ہے اور اگر واقعی لڑکی ہی کا جنم ہوتا ہے تو جشن یا مٹھائی تقسیم کرنے کے بجائے گھر میں اِک عجب سا سناٹا چھایا ہوتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ ماں سے کوئی جرم سرزد ہو گیا ہے۔ جس کی سزا اِسے یہ معاشرہ دے رہا ہے۔ قرآن و سنت کے مطابق جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ تو پھر کیوں اِس ماں کے لیے یہ دنیا دوزخ بنائی جا رہی ہے کیوں اس ماں کی دیکھ بھال نہیں کی جاتی ہے جو نئی جان کو جنم دیتی ہے۔ دنیا عورت اور مرد سے مکمل ہوتی ہے تو پھر کیوں عورت کی اِس سطح پر حقیقت کو نہیں مانا جاتا ہے۔

جاگیردارانہ معاشرے میں عورتوں کو مرد اپنی پاؤں کی جوتی سمجھتے ہوئے اسے جانور تصور کرتا ہے خدا تعالیٰ نے انسان کو جانور پر فضیلت اس لیے دی ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ خدا تعالیٰ نے مرد و عورت کو عقل سے نوازا ہے تو پھر مرد عورت کو عقل استعمال کرنے سے کیوں روک رہا ہے۔

پاکستان کیوں نہیں ترقی کر رہا ہے۔ اِس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کو برابری کے حقوق نہیں دیئے جاتے۔ اگر عورت و مرد شانہ بشانہ فرائض سرانجام دیں تو پاکستان بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ عورتوں سے ادب سے پیش آنا بزدلی نہیں ہے بلکہ خوش اخلاقی اور دانشمندی ہے۔ اِس کے برعکس مغربی عورتوں کو عزت اور بھرپور تحفظ حاصل ہے۔ مغربی عورت حقوق حاصل ہونے کی وجہ سے نرم مزاج اور مؤدب ہوتی ہے وہ غم و فکر سے آزاد ہونے کی وجہ سے وہ اپنی نسل کی پرورش خوش اسلوبی سے سرانجام دے پاتی ہے۔ مغربی اقوام اس لیے بھی ترقی یافتہ ہیں کہ وہاں عورت کو انسان سمجھا جاتا ہے نہ کہ حیوان۔

پاکستانی عورت کو اگر حقوق نہیں ملیں گے تو ہمارا معاشرہ پسماندہ رہے گا اور ہر مرد کو یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ عورت کے بغیر مرد خوشگوار دنیا کا تصور نہیں کر سکتا۔ بقول شاعر:

''وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ''

☆☆☆☆☆

بے جا لاڈ پیار

ڈاکٹر نادیہ سلیم

صابرہ کو شکایت ہے کہ ان کا چھ سالہ بیٹا ان کی بات نہیں مانتا۔ وہ باپ کے زیادہ قریب ہے۔ اس لیے ان کے ایک مرتبہ پکارنے پر بھاگا بھاگا ان کے پاس جاتا ہے۔ دراصل صابرہ ڈسپلن چاہتی ہے۔ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی تربیت اس انداز سے کرنا چاہتی ہے کہ وہ مکمل شخصیت بن کر سامنے آئے۔ اس لیے اس کا عمومی رویہ بچے کے ساتھ تھوڑا سخت ہوتا ہے۔ وہ اس کی ہر فرمائش بھی پوری نہیں کرتی جبکہ باپ نے اسے سر پر چڑھا رکھا ہے۔ اس کی ہر اچھی بُری بات مانتے ہیں۔

بے جا لاڈ نے اسے بگاڑ دیا ہے اس لئے وہ ماں کو اپنا دشمن سمجھنے لگا ہے۔ صابرہ چاہتی ہے کہ باپ بیٹے کی تربیت اچھے انداز سے کرے۔ لاڈ پیار کے علاوہ غلط حرکتوں پر اس کی باز پرس بھی کرے مگر اس کا شوہر کہتا ہے بچہ ہے اس عمر میں اتنی سختی ٹھیک نہیں بڑا ہو کر خود ہی سمجھ جائے گا۔

ماہرین کہتے ہیں ابتدائی عمر کی تربیت بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتی ہے اس لیے عمر کے ابتدائی دور میں اسے اچھائی، بُرائی، صحیح، غلط کا فرق معلوم ہونا چاہئے۔ بے جا ضد پوری کرنے کی وجہ سے وہ بگڑ جاتا ہے اور من مانی کا رویہ اپنا لیتا ہے۔ ایسے بچے والدین کے لیے مسائل پیدا کرتے ہیں اور ہر لمحہ اپنی بات منوانے کے درپے رہتے ہیں مثلاً پڑھائی کے وقت ماں اگر بچے کو ہوم ورک کرانا چاہتی ہے تو بچہ فلم دیکھنے کی ضد کرتا ہے۔ اس موقع پر باپ بچے کو فلم دیکھنے کی اجازت دے دیتا ہے لہٰذا رات کے وقت جب وہ ہوم ورک کرنے بیٹھتا ہے تو اسے نیند آنے لگتی ہے۔ وہ نامکمل ہوم ورک کے ساتھ سکول جاتا ہے تو ٹیچر اسے سزا دیتا ہے جس کے نتیجے میں بچہ اگلے دن پیٹ یا سر درد کا بہانہ بنا کر سکول جانے سے انکار کر دیتا ہے۔

ایسے مواقع پر اگر باپ اسے چھٹی کرانے کی سفارش کرے تو یہ بھی بچے کے حق میں ٹھیک نہیں ہوتا۔ ماہرین کے بقول باپ کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ بچے کی تربیت کے دوران اس کا جتنا خیال چھوٹی عمر میں رکھنا پڑتا ہے اتنا نسبتاً بڑی عمر میں نہیں کیونکہ چھوٹی عمر میں بچے شعور اور فہم سے دور ہوتے ہیں اور انہیں اپنے فائدے یا نقصان کا ادراک نہیں ہوتا۔ اتنی عمر کے بچوں کی سرگرمیوں اور مشاغل پر نظر رکھنا صرف ماں کا نہیں باپ کا بھی فرض ہوتا ہے۔

ٹھیک ہے چھوٹے بچے ماں کے زیادہ قریب ہوتے ہیں کیونکہ وہ زیادہ وقت ماں کے ساتھ گزارتے ہیں لیکن جب ماں کی نسبت باپ ان کی تمام اچھی بُری باتیں مانتا ہے وہ باپ کے قریب ہو جاتے ہیں اور اپنی زیادہ تر فرمائشیں باپ سے پوری کراتے ہیں اور ماں کو اہمیت نہیں دیتے۔ اس طرح بچے مثبت انداز سے سوچنے کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ یہ سچ ہے کہ ماں اپنے بچے کو زیادہ وقت دے کر اس کی شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور بچہ بھی اس عمر میں ماں کی باتیں انتہائی توجہ سے سنتا ہے۔ ایسے موقع پر اس کی شخصیت کی بہتر نشوونما کے لیے گھر کے بزرگوں خصوصی طور پر والد کو بھی بچے کی بے جا حمایت نہیں کرنی چاہیے۔ جو لوگ ایسے موقع پر بچوں کو شہ دیتے

ہیں وہ ان کے حق میں اچھا نہیں کر رہے ہوتے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ والد خاندان کا سربراہ ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ والد بچوں کی تربیت میں ذمہ داری کا مظاہرہ کرے۔ غیر ذمہ داری اور منفی رویے سے بچوں کی تعلیمی استعداد میں کمی آتی ہے۔ وہ نافرمان اور ضدی بن سکتا ہے۔ اس کے دل میں ماں کے لیے محبت کا وہ جذبہ پیدا نہیں ہوسکتا جو حقیقت میں ہونا چاہیے۔

یہ سچ ہے ہر باپ ایسا رویہ نہیں رکھتا۔ بعض باپ نہایت سخت مزاج اور غصے والے ہوتے ہیں۔ بچے ایسے والد سے دور بھاگتے ہیں۔ اس سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ باپ کا درست رویہ بھی بچے کی شخصیت کو مسخ کر کے رکھ دیتا ہے۔ والدین کی حیثیت سے ماں اور باپ دونوں کو معاملہ فہم ہونا چاہیے۔ لڑکے باپ اور لڑکیاں ماں کی تصویر ہوتی ہیں۔ آپ کے اچھے طرزِ عمل سے ان کی شخصیت کی بہتر تعمیر ہوتی ہے۔

بچے آپ کے رویے، عادات اور چھوٹی موٹی باتوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے شروع سے ہی ان میں اچھے اوصاف پیدا کریں۔ جھوٹ نہ بولیں نہ اُنہیں بولنے کی ترغیب دیں بلکہ انہیں سچ بولنے کی تلقین کریں اور سچی بات کرنے پر ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ آپ اپنے بچے کو زیادہ سے زیادہ وقت دے کر اس کی شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ اس صورت میں ممکن ہے کہ اس کے اچھے کام پر شاباش دیں اور غلط بات کو ماننے کی بجائے پیار محبت سے سمجھائیں۔ یہ بات طے ہے کہ بچہ محبت کی زبان جلدی سمجھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ماں اور باپ دونوں کا رویہ بچے کے ساتھ مثبت ہو۔ صرف ماں کا پیار اس کی نشوونما مکمل نہیں کر سکتا اسے باپ کی شفقت اور راہنمائی کی بھی اتنی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ بہت نرم یا بہت سخت رویہ رکھنے کی بجائے متوازن رویہ اختیار کرے۔ اس کی خوبیوں پر شاباش اور چھوٹے موٹے تحائف دینے کے علاوہ اس کی خامیوں پر اسے ٹوکیں اور بچے کے اندر مثبت سوچ پروان چڑھائیں تاکہ زندگی کے ہر موڑ پر آپ کی راہنمائی اور مناسب تربیت کی وجہ سے وہ سر اٹھا کر جی سکے اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی صبر و قناعت کا مظاہرہ کرے۔ صرف اِسی صورت میں آپ رول ماڈل والدین کہلائیں گے۔

☆☆☆☆☆

جامن، فالسہ، آڑو۔۔۔موسم گرما کے پھل

حکیم محمد عمر فاروق گوندل

موسمِ گرما کے پھلوں میں دوائی اور غذائی اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت کا پھل جسے جامن کے نام سے پکارا جاتا ہے چھوٹے، بڑے، جوان، خواتین وحضرات سب ہی اسے بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ لاطینی میں اسے یوجینیا جمبولین کہا جاتا ہے۔ جامن خاص طور مقوی معدہ وجگر محرک اشتہا، قابض اور مسکن ہوتا ہے۔ جامن کا مزاج سرد خشک بدرجہ دوم ہے۔ گرمیوں میں موسمِ برسات کے دنوں میں اس کا استعمال کثرت سے کیا جاتا ہے۔ لوگ اسے نمک لگا کر بڑے مزے سے کھاتے ہیں۔ مغز خستہ جامن میں کیمیائی تجزیے سے پتہ چلا ہے کہ اس میں جومبولین نام کا ایک گلوکوسائیڈ اور گیلک ایسڈ اور رال وغیرہ پائے جاتے ہیں جبکہ پوست جامن میں ٹےنن پائی جاتی ہے۔

جامن کو وٹامن سی کا خزانہ کہا جاتا ہے۔ آدھ سیر جامن کھانے سے ایک وقت کے کھانے جتنی غذائیت حاصل ہوتی ہے۔ جامن کا رُب سرکہ بنا کر معدے وجگر کو تقویت دینے اور بھوک لگانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

مقدار خوراک

رُب جامن دو تا تین تولہ تک اور مغز خستہ جامن تین ماشہ تک استعمال کیا جاسکتا ہے۔

طبی فوائد

☆ رُب جامن سوزش کو تسکین دیتا ہے۔

☆ رُب جامن اسہال صفراوی و دموی کو بند کرتا ہے۔

☆ مغز خستہ جامن کو قابض ہونے کی وجہ سے مرضِ اسہال و ذیابیطس میں استعمال کراتے ہیں۔

☆ معدہ، آنتوں کی سوجن، خراش اور بھوک بڑھانے کے لئے مفید دوا ہے۔

☆ برسات میں پھنسی پھوڑے نکلنے کے زمانہ میں حدّت خون کو کم کرنے میں فائدہ مند ہے۔

☆ منہ سے پانی آنے، غذا کے دیر سے ہضم ہونے میں فائدہ مند ہے۔

☆ بواسیر کا خون بند کرنے کے لئے اس کے 5 گرام سے 20 گرام تک پتے آدھ سے ایک پاؤ دودھ میں گھوٹ کر چند روز تک استعمال کرنے سے خون بند اور گرمی دور ہوجاتی ہے۔

☆ جب دستوں کے ذریعے غیر منہضم غذا خارج ہونے لگے تو اس مرض کے لئے مفید ہے۔

☆ جامن، آم کی گٹھلی کا مغز اور ہلیلہ سیاہ تینوں برابر وزن گھی میں بھون کر کوٹ چھان لیں۔ صبح، دوپہر، شام دہی کی لسی سے کھانا پرانی سنگر ہنی کے لئے فائدہ مند ہے۔

☆ گیس کو خارج کرتا ہے اور سخت سے سخت غذا کو ہضم کرتا ہے۔

☆ جامن کا چھلکا سایہ میں خشک کر کے باریک پیس لیں۔ چھ ماشہ صبح و شام تازہ پانی سے کھائیں۔ پیٹ کے کیڑے دور ہوجاتے ہیں۔

☆ جامن کا ایک تولہ تازہ چھلکا آدھ پاؤ پانی میں رگڑ لیں۔ چھان کر صبح و شام پلانا خونی بواسیر میں مفید ہے۔

☆ جامن کے درخت کا چھلکا باریک پیس لیں۔ دو سے چھ ماشہ تک صبح و شام کھانا ناسور میں مفید ہے۔

☆ جامن کے درخت کے چھلکے کو گھس کر دن میں دوبار بواسیر کے مسوں پر لیپ کرنا مسوں کو

خشک کرتا ہے۔

☆جامن کے درخت کے چھلکوں کا بطور منجن استعمال دانتوں کے پیلا پن، مسوڑھوں کا پھولنا، خون اور پیپ آنے میں مفید ہے۔

فالسہ موسمِ گرما کا ہردلعزیز پھل

موسمِ گرما کے پھلوں میں ایک اور ہر دلعزیز پھل فالسہ ہے۔ سائز میں یہ جامن سے بھی چھوٹے ہوتے ہیں۔ عموماً جنگلی بیر یا اس سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ عربی میں اسے فالسہ جبکہ انگریزی میں گریویا ایشیاٹیکا (Grevia Asiatica) سے موسوم کرتے ہیں۔ مکمل طور پختہ فالسہ سرخی مائل بہ سیاہی اور مزہ کھٹ میٹھا ہوتا ہے۔ اس کا پودا قد آور ہوتا ہے۔

اقسام

فالسہ کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم شاداب ابتدائے پختگی میں ترش اور آخر میں چاشنی دار ہوتی ہے۔ اسے فالسہ شربتی کہتے ہیں۔ دوسری قسم کمیاب میخوش اور بعد میں شیریں ہوتی ہے۔ اسے فالسہ شکری کہتے ہیں۔ فالسہ کا مزاج سرد اور تر ہے۔ بچے، بڑے سب ہی اسے رغبت سے کھاتے ہیں۔

فالسہ کے طبی فوائد

☆دافع حدت ہونے کی وجہ سے امراض صفرادی کے لئے نہایت مفید ہے۔

☆اس کا پانی نچوڑ کر شربت بنا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ سر درد کو دور کرتا ہے۔

☆ تپ صفرادی کے لئے مستعمل ہے۔ اس کی جڑ کی چھال، پوست، بیج فالسہ شکری کے نام سے مرضِ سوزاک ار عُسر البول میں مفید ہے۔

☆فالسہ پیاس کو بجھاتا ہے۔

☆مقوی معدہ وجگر ہونے کی وجہ سے خفقان حار جیسے امراض، قلب اور ضعف قلب کی وجہ سے ہونے والے امراض میں مفید ہے۔

☆فالسہ کا بیج بطور نقوع استعمال کرنے سے عُسر البول اور بول الدم میں فائدہ دیتا ہے۔

☆فالسہ سب ہی اعضائے رئیسہ کو فائدہ دیتا ہے۔

☆معدہ اور سینہ کی گرمی کو دور کرتا ہے۔

☆دل، جگر کو تقویت دیتا ہے۔ نیز پیشاب کی جلن اور سوزاک کو دور کرتا ہے۔

☆سیلان الرحم (لیکوریا) کے لئے مفید ہے۔

☆ جریان، احتلام میں اس کا استعمال فائدہ مند ہے۔

مقدار خوراک

فالسہ بطور میوہ دو تا پانچ تولہ تک اور دواؤں میں اس کا رس دو تا تین تولہ تک جبکہ درخت فالسہ کا پوست عموماً ایک تولہ سے دو تولہ تک استعمال کیا جاسکتا ہے۔

آڑو وٹامن سی کا بھرپور خزانہ

موسمِ گرما کا ایک اور پھل آڑو بھی انتہائی رغبت سے کھایا جاتا ہے اور ہر امیر و غریب کی پہنچ میں ہوتا ہے۔ یہ وٹامن سی سے بھرپور ہوتا ہے۔ اس کا مزاج سرد تر ہے جو غذائیت ہی نہیں دیتا بلکہ بہت سی بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

آڑو کے طبی فوائد

☆شدتِ گرما اور تپش کو کم کرتا ہے۔

☆صالح خون پیدا کرتا ہے۔

☆خون کی تیزابیت کو دور کرتا ہے اور جلدی امراض پھنسی، پھوڑے سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆قبض کشا ہے۔

☆ہائی بلڈ پریشر کو اعتدال میں لاتا ہے۔

☆جگر، معدہ، آنتوں کے زہریلے فضلات کو دور کرتا ہے۔

☆غذا سے پہلے کھانا معدے کی تیزابیت کو دور کرتا ہے۔

☆ چھلکے سمیت کھانا زود ہضم اور قبض کشا ہے۔

☆بواسیر کے مسے دور کرتا ہے۔ اس میں درد، جلن اور ٹیس کو ختم کرتا ہے۔

☆بوڑھے، کمزور معدے والے آڑو ہضم کرنے کے لئے شہد یا ادرک کا مربہ ملا سکتے ہیں۔

نوٹ :۔ پکے ہوئے اور میٹھے آڑو استعمال کریں۔

دلچسپ معلومات

مبین امیر

☆انسانی دماغ میں ۹۰ فیصد پانی ہوتا ہے۔
☆انسانی جسم میں چوتھائی چھٹانک کا چوتھا حصہ لوہا ہوتا ہے۔
☆انسان کے سر پر تقریباً ۵۱ ہزار بال ہوتے ہیں۔
☆خون میں تین قسم کے خلیے ہوتے ہیں۔
☆"نفسیاتی تجزیہ" کا بانی سگمسن فرائیڈ تھا۔
☆پروٹین کے لفظی معنی ہیں "سب سے پہلے میں"
☆دنیا میں سب سے زیادہ ڈاکٹر روس میں ہیں۔
☆وٹامن اے ایک انگریز ایف۔ جی۔ ہوپنکس نے دریافت کیا۔
☆وٹامن کے ڈنمارک کے پروفیسر ڈیام نے دریافت کیا۔
☆پولیو کی ویکسین ڈاکٹر جارس سال نے تیار کی۔
☆انسانی آنکھ کا وزن ۷ گرام ہوتا ہے
☆اسپرین جو کہ ایک مشہور دوا ہے کول تار سے حاصل کی جاتی ہے۔
☆پیری کارڈیل فلوئیڈ (Pericardial Fluid) وہ رطوبت ہے جو دل کو جھٹکوں اور خشک ہونے سے بچاتی ہے۔
☆جاپان نے ۱۹۱۰ء میں کوریا پر قبضہ کیا۔
☆دنیا کا پہلا ہسپتال بغداد میں قائم ہوا۔
☆امریکہ کا سب سے کم عمر صدر جان ایف کینڈی تھا۔
☆فرانس میں صوبے کو ڈیپارٹمنٹ کہتے ہیں۔
☆اٹلس پہاڑ براعظم افریقہ میں ہے۔
☆پہلا مسلمان فلسفی یعقوب کندی کو کہا جاتا ہے۔
☆زبان کے مطالعے کے علم کو لسانیات کہتے ہیں۔
☆دنیا کا سب سے چھوٹا انسان ۲۱ سال کی عمر میں ۱۸۱۲ء میں فوت ہوا۔
☆ٹھگوں کا شہر بھارت کے شہر بنارس کو کہتے ہیں۔
☆خوشبوؤں کا شہر پیرس کو کہتے ہیں۔
☆سات دنوں کا ہفتہ بنی اسرائیل قوم کی ایجاد ہے۔
☆ملک صومالیہ میں لوگ اونٹ کے معدے سے بالٹیاں بنا کر فروخت کرتے ہیں۔
☆رکشا ملک جاپان کی ایجاد ہے۔
☆چرچل ملک کینیڈا کا شہر ہے۔
☆آسٹریلیا کا قومی نشان چھوئی موئی کے پھول ہیں۔
☆دنیا میں سب سے زیادہ قتل میکسیکو میں ہوتے ہیں۔
☆ایران میں ائرپورٹ کو فرودگاہ کہتے ہیں۔
☆شیکسپیئر کی پیدائش ۲۳۔اپریل ۱۵۶۴ء میں ہوئی۔
☆عمر کی چار منزلیں بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا ہے۔
☆شہنشاہ سوٹو کو نے اپنے خون سے کتاب لکھی تھی۔
☆دنیا میں سب سے زیادہ چینی برازیل میں پیدا ہوتی ہے۔
☆موگی فوسن آبشار ملک ناروے میں واقع ہے۔

☆☆☆☆

OUR DOCUMENTARIES

S.No.	Name	Duration
1.	**AllamaIqbal** (Urdu/English) 35 MM/VHS (Black & White)	30 Minutes
2.	**Architecture in Pakistan** (Eng) 35 MM/VHS (Color)	20 Minutes
3.	**Art in Pakistan** (Eng) 35 MM/VHS (Color)	30 Minutes
4.	**Birth of Pakistan** (Eng) 35 MM/VHS (Black & White)	30 Minutes
5.	**Children of Pakistan** (Urdu) 35 MM/VHS U-Matic (Color)	20 Minutes
7.	**Green Turtles in Pakistan** (Urdu/Eng) 35 MM/VHS U-Matic (Color)	10 Minutes
8.	**Minorities in Pakistan** (Eng/Urdu) 35 MM/VHS U-Matic (Color)	20 Minutes
9.	**Marriage Customs** (Eng) 35 MM/VHS (Color)	20 Minutes
10.	**MirzaGhalib** (Urdu) 35 MM/VHS (Color)	80 Minutes
11.	**Pakistan - Past & Present (Eng)** 35 MM/VHS (Color)	30 Minutes
12.	**Pakistan - A Portrait** (Eng) 35 MM/VHS (Color)	30 Minutes
13.	**Pakistan Story** (Urdu) 35 MM/VHS (Black & White)	70 Minutes
14.	Quaid-i-Azam (Urdu) 35 MM/VHS (Color)	50 Minutes
15.	**Sohni Dharti Pakistan** (Eng) 35 MM/VHS U-Matic (Color)	30 Minutes
16.	**Gems & Jewellery** (Eng) 35 MM/VHS U-Matic (Color)	20 Minutes

DFP's Digital Studio

Purchase orders may be sent to

Directorate General of Films and Publications

B.F. Building, Zero Point, Islamabad - Pakistan. Phone: (051) 9252265, 9252189, Fax: (051) 9252176, 9252295

OUR PUBLICATIONS

S.No.	Name	Language	Price (Pak Rs.)	Price (US $)
1.	**Quaid-i-Azam, Mohammad Ali Jinnah** (Speeches and Statements as Governor-General 1947-1948) (Hardbound)	English	150/-	05/-
2.	**Quaid-i-Azam, Mohammad Ali Jinnah** (Speeches and Statements as Governor-General 1947-1948) (Paperback)	English	95/-	04/-
3.	**Quaid-i-Azam, Mohammad Ali Jinnah** (Speeches and Statements as Governor-General 1947-1948) (Paperback)	Urdu	95/-	04/-
4.	**Quaid-i-Azam, Mohammad Ali Jinnah** (An Album of Photographs 1876-1948) (Hardbound)	English	425/-	17/-
5.	**Quaid-i-Azam, Mohammad Ali Jinnah** (An Album of Photographs 1876-1948) (Paperback)	English	350/-	17/-
6.	**Quotes from the Quaid** (Hard Bound/Paperback)	English	50/-	03/-
7.	**Jinnah and His Times** (by Aziz Beg)	English	250/-	10/-
8.	**Mohammad Ali Jinnah, Founder of Pakistan** (An Album of Photographs 1876-1948) (Hardbound)	English	400/-	17/-
9.	**Madar-i-Millat Sarmaya-e-Millat** (by Sharif Farooq)	Urdu	250/-	10/-
10.	**Madar-i-Millat Mohtarma Fatima Jinnah** (An Album of Photographs/Hardbound)	English	250/-	10/-
11.	**Pakistan - From Mountains to Sea** (By Mohammad Amin-Duncan Willets-Graham Hancock)	English	650/-	20/-
12.	**Pakistan** (Paintings by Lin Young and Su Hua)	(English, Arabic, French, Chiness)	500/-	20/-
13.	**Pakistani Handicrafts**	English	100/-	04/-
14.	**Pakistan Chronology** (1947-1997) (Hardbound)	English	300/-	16/-
15.	**Pakistan Chronology** (1947-2001) (Hardbound)	English	450/-	17/-
16.	**Pakistan Chronology** Vol. I-VI (1947-2001) (Paperback)	English	400/-	15/-
17.	**Muslim Art & Heritage of Pakistan** (By Dr. Ahmad Nabi Khan)	English	100/-	04/-
18.	**Gandhara Art in Pakistan** (by Dr. A.H. Dani)	English	100/-	04/-
19.	**Wahdat-e-Afkar** (An Anthology of Regional Poetry)	Urdu	100/-	04/-
20.	**Islami Muasharti Iqdar**	Urdu	15/-	01/-
21.	**Pakistan Pictorial** (Monthly)	English	100/-(Per copy) 500/- (Annual)	100/- Annual
22.	**Mah-e-Nau** (Monthly)	Urdu	50/- (per copy) 500/- (Annual)	10/- Annual
	Mah-e-Nau "Bayad-e-Faiz" (Special Issue)	Urdu	400/-	10/-
	Mah-e-Nau "Ahmed Fraz Number" (Special Issue)	Urdu	400/-	10/-
23.	**Pak-Jamhuriat** (Monthly)	Urdu	10/- (per copy) 100/- (Annual)	15/- Annual
24.	**Abaseen**	Pushto	25/- (per copy) 200/- (Annual)	20/- Annual
25.	**Ulus**	Balochi	25/- (per copy) 150/- (Annual)	20/- Annual

Purchase orders may be sent to
Directorate General of Films and Publications
B.F Building, Zero Point, Islamabad - Pakistan. Phone: (051) 9252265, Fax: (051) 9252176, 9252295

وفاقی وزیرمملکت برائے خزانہ واقتصادی اُمور مس حنا ربانی کھر قومی اسمبلی میں وفاقی بجٹ 10-2009 تقریر کے دوران ۔(22-06-2009)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات قمر زمان کائرہ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کی 56 ویں سالگرہ کے موقع پر نوڈیرو میں دعا کر رہے ہیں ۔(21-06-2009)

Monthly
Pak Jamhuriat
Lahore

July 2009

Regd. LRL No.82

صدر پاکستان آصف علی زرداری عوامی نیشنل پارٹی کے صدر اسفندیار ولی خان سے ایوان صدر میں ملاقات کر رہے ہیں۔(27-06-2009)

صدر آصف علی زرداری ٹی 20 ورلڈ کپ جیتنے والی پاکستانی کرکٹ ٹیم کے کھلاڑیوں کو انعامات دے رہے ہیں۔(25-06-2009)